شلجم کا انسان

پیارے بچو!

عرصہ ہوا کسی ملک پر ایک نیک اور رحمدل بادشاہ حکومت کرتا تھا اس کا نام قیصر تھا۔ رعایا نہ صرف بادشاہ سے انتہائی خوش تھی۔ بلکہ ہر وقت اس کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھیں۔ بادشاہ قیصر کی ایک خوبصورت اور ذہین بیٹی تھی۔ جس کا نام لبنیٰ شہزادی تھی۔ بادشاہ ویسے تو ہر وقت خوش رہتا تھا۔ مگر پچھلے چند دنوں سے وہ انتہائی پریشان تھا۔ ہوا دراصل یوں کہ ایک دن بادشاہ باغ میں بیٹھا تھا کہ وزیر اعظم بوکھلایا ہوا ان کے پاس آیا۔

''بب..... بادشاہ سلامت! محل کی تمام عورتیں یعنی نوکرانیاں، ملکہ اور شہزادی لبنیٰ غائب ہیں۔'' وزیر اعظم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کک..... کیا! کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' بادشاہ اس کی بات سن کر بوکھلا سا گیا۔''

''یہ ہو چکا ہے بادشاہ سلامت! وزیر اعظم نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ بادشاہ کوئی بات کرتا۔ ایک سپہ سالار اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ ''بب..... بادشاہ سلامت! ملک کی تمام عورتیں، بچیاں اور بوڑھیاں غائب ہیں۔'' سپہ سالار نے کہا اور بادشاہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔''

''یہ..... یہ تم سب کیا کہہ رہے ہو!۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے!'' بادشاہ نے یقین نہ آنیوالے لہجے میں کہا۔

''اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو باہر نکل کر خود دیکھ لیں۔ لوگ تو پاگل سے ہو گئے ہیں۔ یہ بات بھی واقعی ایسی ہے کہ یقین نہیں آتا۔'' سپہ سالار نے کہا۔

اور آج تیسرا دن تھا اور بادشاہ کو یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ اس کے ملک کی ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی عورتیں پر اسرار طور پر غائب ہوگئی ہیں۔ پوری دنیا اپنی اپنی سر توڑ

کوششوں میں مصروف تھی۔ بادشاہ قیصر کا تو مارے پریشانی کے برا حال تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنی سوچوں میں ڈوبا ہوا اپنے محل کے خوبصورت باغ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک وہاں سپہ سالار نہ آ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار موجود تھے۔

''بادشاہ سلامت! میں ایک عجیب خبر لے کر آیا ہوں'' سپہ سالار بولا

''کون سی خبر؟ جلدی بتاؤ'' بادشاہ بے قرار ہو کر بولا۔

''بادشاہ سلامت! ویسے تو پوری دنیا کی عورتیں پراسرار طور پر غائب ہو گئی ہیں۔ مگر ایک لڑکی جس کی عمر اٹھارہ سال ہے۔ غائب نہیں ہوئی۔ پتہ نہیں اس کی کیا وجہ ہے، حالانکہ پوری دنیا کی عورتیں یعنی چاہے وہ بچی ہو، بڑی یا پھر بوڑھی، غائب ہیں۔ مگر پتہ نہیں یہ لڑکی کیسے بچ گئی۔'' سپہ سالار نے کہا اور بادشاہ قیصر اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

''تم اسی لڑکی کو ہمارے پاس لا سکتے ہو؟ بادشاہ قیصر نے کہا۔

''جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ وہ لڑکی ہمارے ہی ملک میں رہائش پذیر ہے سپہ سالار نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ چار گھنٹوں کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی اور ایک نوجوان تھا۔

''تو یہ ہے وہ لڑکی!'' بادشاہ نے غور سے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا ''لڑکی! تم بھی جانتی ہو کہ پوری دنیا کی عورتیں پراسرار طور پر غائب ہو گئی ہیں۔ مگر تم واحد عورت ہو جو کہ غائب نہیں ہوئی۔ کیا تم ہمیں اس کی وجہ بتا سکتی ہو؟'' بادشاہ نے پوچھا۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تو خود حیران ہوں کہ میں کیسے بچ گئی!'' لڑکی نے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم میں سے کوئی ایسی خوبی جو کہ دوسری عام عورتوں میں نہ ہو۔''

بادشاہ نے پوچھا۔

''خوبی! میں تو تماشہ کرنے والی عورت ہوں۔ مجھ میں یہی خوبی ہو سکتی ہے کہ میں

مختلف قسم کے کرتب دکھا سکتی ہوں۔ ایسے کرتب جو لوگوں کو حیران و پریشان کر دیں۔اس لڑکی نے کہا۔

''تم یہ بتاؤ کہ کیا تم کوئی ایسا کام کرتی ہو جو کہ عام طور پر عورتیں نہیں کرتیں؟'' بادشاہ نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

''اگر میں آپ کو بتا دوں تو آپ مجھے کچھ کہیں گے تو نہیں''لڑکی نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔

''نہیں۔ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے'' بادشاہ نے کہا۔

''تو پھر سنیئے! میں نے چار سال شیطان کی پوجا کی ہے۔جس کی وجہ سے مجھ میں پر اسرار قوتیں اور جادو آ گئے ہیں۔اور انہی جادوؤں کو میں کرتب کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہوں۔اور خوب پیسہ کماتی ہوں۔'' اسی وجہ سے شائد تم غائب نہیں ہوئی۔اگر ہم تمہیں کہیں تو غائب ہونے والی عورتوں کا سراغ لگاؤ۔تو کیا تم یہ کام کر سکتی ہو۔'' بادشاہ قیصر نے جواب دیا۔اور لڑکی سوچ میں پڑ گئی۔''

''ٹھیک ہے۔اگر میں آپ کا کام کر دوں۔تو آپ مجھے کیا دیں گے۔''

''جو تم چاہو گے وہی دیں گے۔اور یہ ہمارا وعدہ ہے۔'' بادشاہ قیصر نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے میں اپنی پوری کوشش کروں گی۔''لڑکی نے کہا اور پھر اس نے جانا چاہا۔ مگر بادشاہ قیصر نے اسے سے اس کا نام پوچھا۔''میرا نام عارفہ ہے اور یہ میرا ساتھی یونس ہے۔'' اس لڑکی نے اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتاتے ہوئے کہا۔اور پھر وہ واپس اپنے گھر آ گئے۔

''تم ان عورتوں کو کیسے تلاش کرو گی۔یونس نے حیرت سے کہا۔

''کوشش ہے شاید کامیاب ہو جائیں۔عارفہ نے کہا اور پھر اس نے اس کے ساتھ یونس بھی تھا۔قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی اس کے ساتھ یونس بھی تھا۔قبرستان کے

ایک سنسان حصے میں وہ پہنچ کر رک گئے۔ عارفہ نے یونس کو اشارہ کیا اور وہ ایک درخت کے قریب موجود جھاڑیوں میں جا کر چھپ گیا۔

عارفہ نے تھیلے سے ایک کھوپڑی نکال کر سامنے رکھی اور پھر دھونی تیار کر کے اس کے سر پر چکر دینے لگی۔ جب ساتھ چکر مکمل ہو گئے۔ تو اس نے دھونی ایک طرف رکھ دی اور پھر وہ منتر وغیرہ پڑھنے لگی۔ جوں جوں وہ منتر پڑھتی جا رہی تھی۔ توں توں ماحول پر اسرار اور ظلمی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر عارفہ نے ایک قبر کی طرف پھونک ماردی۔ اور قبر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اگلے ہی لمحے اس میں سے ایک کالا ڈھانچہ باہر نکل آیا۔ وہ عارفہ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ یونس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی اس نے ان ڈھانچے کو دو تین دفعہ دیکھا تھا۔ مگر اس کی شکل ہی اتنی دراؤنی تھی کہ ہر بار اس کا دل بے اختیار دھک دھک کرنے لگتا تھا۔ اور اوپر سے اس نے کالا کفن پہنا ہوا تھا۔

''ہم جانتے ہیں کہ تم یہاں کیوں آئی ہو۔ اگر تم نے چار سال ہماری عبادت نہ کی ہوتی تو آج تم بھی پر اسرار طور پر غائب ہوتی۔ میں تمہیں نصیحت کر کرتا ہوں کہ اس فیصلے سے باز آ جاؤ۔ اور ان عورتوں کا سراغ لگانے کی کوشش نہ کرو.....'' ڈھانچے نے کہا۔

''نہیں آقا! میں نے بادشاہ سے وعدہ کیا ہے اور اب میں ہر صورت میں.....ان عورتوں کا سراغ لگاؤں گی۔'' عارفہ نے کہا۔

''سوچ لو۔'' اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو تمہیں اس صورت میں اپنی تمام پر اسرار قوتوں سے محروم ہونا پڑے گا۔'' ڈھانچے نے کہا اور عارفہ دھک سی رہ گئی۔ لیکن پھر وہ سوچ کر بولی۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ میں نے جو چار سال تک آپ کی عبادت کی ہے۔ اس کے بدلے آپ مجھے سب کچھ بتا دیں۔'' عارفہ نے کہا۔

وہ ٹھیک ہے جیسے تم چاہتی ہو، ویسے ہی ہوگا۔ مجھے صرف اتنا پتہ ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں اس وقت سامری جادوگر کے پاس ہیں اس نے عورتوں کو کیوں حاصل کیا ہے۔ کس لیے حاصل کیا ہے میں اس کے متعلق نہیں جانتا اور نہ میں سامری جادوگر کے ٹھکانے کے متعلق جانتا ہوں۔ میں تمہیں ایک انسان کا پتہ بتاتا ہوں۔ وہ شاید تمہیں اس سامری کے بچے کا پتہ بتا دے۔''

ڈھانچے نے کہا اور پھر اس نے اس انسان کا پتہ بتا دیا۔ جسے سن کر عارفہ حیران ہوئے بغیر نہ رہی۔

''ٹھیک ہے۔ پھر میں وہاں جاتی ہوں۔'' عارفہ نے کہا اور پھر کالا ڈھانچہ قبر میں جا کر غائب ہوگیا اور ساتھ ہی قبر اپنی پہلی والی حالت میں واپس آ گئی۔

''کیا بتایا اس ڈھانچے نے؟'' یونس نے عارفہ کے قریب آ کر پوچھا جو کہ سامان تھیلے میں ڈال رہی تھی۔ عارفہ نے اسے مختصر طور پر سب کچھ بتا دیا۔ چونکہ یونس عارفہ سے کافی فاصلے پر موجود تھا۔ اس لیے وہ ان کی باتیں نہ سن سکا تھا۔ وہ دونوں واپس گھر آئے اور پھر انہوں نے کچھ ہتھیار وغیرہ ساتھ لیے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک طرف کو نکل کھڑے ہوئے۔ وہ کافی دیر تک چلتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ شام ہوتی چلی گئی۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے وہ ایک پہاڑی کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے گھوڑے ایک درخت کے نیچے باندھے اور پھر ایک بڑے سے درخت کی اوٹ میں چھپ کر بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگے۔ چاند کی روشنی بلب کی طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور اسی جگہ کے اطراف میں دور دور تک کوئی آبادی وغیرہ نہ تھی۔

جب بارہ بجے تو انہوں نے سامنے موجود زمین کو پھٹتے دیکھا اور پھر اس میں سے ایک پودا باہر نکلنے لگا۔ جب اس کا قد ایک فٹ کے قریب پہنچ گیا تو پودا مزید باہر نکلنا بند ہوگیا۔ اور پھر اچانک پودے کو ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ اکھڑ کر ایک طرف جا

گرا۔ جڑ کی ایک شلجم موجود تھا اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شلجم کے پودے کو اکھاڑ کر ایک طرف پھینک دیا ہو۔

جب چاند کی روشنی اس شلجم پر پڑی تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پھر اس میں سے ایک انتہائی چھوٹا سا بونا باہر نکل آیا اس کا قد تقریباً چار سم کے لگ بھگ تھا اور پھر جونہی اس پر چاند کی روشنی پڑی۔ اس کا قد آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا اور پھر عام انسان کے برابر پہنچ کر رک گیا۔ اب وہ ایک انسان دکھائی دے رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں پراسراری چمک موجود تھی۔

عارفہ نے یونس کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں درخت کی آوٹ سے نکل کر اس انسان کے سامنے آ گئے تو اس نے جونہی انہیں دیکھا چونک پڑا۔

''کک.....کون ہو تم'' وہ بوکھلا سا گیا تھا۔

''ہم انسان ہیں اور خوف مت کھاؤ۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ ہم تمہارے پاس ایک ضروری کام سے آئے ہیں اور اگر تم نے ہمارا کام کر دیا تو یہ تمہارا پوری دنیا پر احسان ہو گا۔''

عارفہ نے انتہائی میٹھے لہجے میں کہا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں یہاں کا پتہ کس نے بتایا اور تم لوگ میرے بارے میں کیسے جانتے ہو!؟'' اس نے حیرت سے پوچھا اور عارفہ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ جسے سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''میں ایک صورت میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔'' اس نے کہا۔''

''کون سی صورت! عارفہ نے پوچھا۔''

''تم میرا ذکر کسی اور انسان سے نہ کرو گے۔'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارا ذکر کسی تیسرے سے نہ کریں گے۔'' یونس نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔اب میں سامری جادوگر کا ٹھکانہ دیکھتا ہوں۔''اس نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔تھوڑی دیر بعد اس کے چہرے پر الجھنوں کے آثار ہو گئے اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''سامری جادوگر کا ٹھکانہ مجھے نظر نہیں آیا۔لگتا ہے۔وہ کوئی انتہائی زبردست قسم کا جادوگر ہے۔اس کے لہجے میں بے بسی نمایاں طور پر شامل تھی۔''

''اوہ! اب کیا کریں۔''عارفہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال سے سامری جادوگر کے کسی چیلے کا ٹھکانہ معلوم کر لیتے ہیں۔اور اس چیلے سے سامری جادوگر کا ٹھکانہ معلوم کرلیں گے۔''یونس نے کہا اور عارفہ چونک پڑی۔

''واقعی۔یہ تم نے اچھی بات کہی ہے۔''عارفہ نے کہا۔

''میں تو ہمیشہ اچھی باتیں کہتا ہوں۔اگر ایک تم ہو کر دھیان ہی نہیں دیتی۔''یونس نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔اور عارفہ شرما کر اس انسان کی طرف دیکھنے لگی۔

''ٹھیک ہے۔میں پھر سامری جادوگر کے کسی چیلے کا ٹھکانہ بتا دیتا ہوں۔''اس نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

''اس کے ایک چیلے کا نام گردن جادوگر ہے اور اس کی صرف گردن ہی گردن ہے۔دھڑ وغیرہ نہیں ہے۔وہ یہاں سے شمالی مشرق میں ایک پہاڑی غار میں رہتا ہے۔تم یوں کرنا کہ اپنے ساتھ ایک ہری مرچ لے جانا اور پھر.....اس نے کہا اور پھر ان دونوں کو سب کچھ بتا دیا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ!عارفہ نے کہا اور پھر وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر سامری جادوگر کے چیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

صبح کے قریب وہ اس بڑے سے پہاڑ کے قریب پہنچ گئے گھوڑوں کو ایک درخت سے باندھ کر وہ اس غار کی تلاش کرنے لگے۔اور پھر انہیں وہ بڑی سی غار نظر آ ہی گئی۔

انہوں نے دلوں کو مضبوط کیا اور اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک بڑی سی چارپائی پر ایک بڑی سی گردن لیٹی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ کھٹکے کی آواز سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ہوا میں بلند ہو گئی۔

''کون ہو تم اور یہاں کیا لینے آئے ہو۔'' گردن جادوگر نے غرا کر کہا۔ گردن کے اوپر سر بھی تھا۔ جس کی شکل انتہائی ڈراؤنی تھی۔

جی ہم.....وہ..... عارفہ اس خوفناک سر کو دیکھ کر گھبرا سی گئی تھی۔ اور پھر وہ نیچے بیٹھ گئی۔ پتہ نہیں اس کا سر کیوں چکرانے لگا تھا۔

''تم مجھے کچھ پراسرار معلوم ہوتے ہو۔ پہلے تمہیں میں رسوں سے بندھواتا ہوں۔'' اس سر نے کہا۔ اور پھر اس نے اشارہ سے ایک طرف موجود ہاتھ کو اشارہ کیا اور وہ آہستہ آہستہ اڑتا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر یونس نے چیخ مار کر کہا کہ رک جاؤ جس سے ہاتھ رک گیا۔ اب یونس تو کھڑا اس سر کو دیکھ رہا تھا عارفہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی نظریں بھی اس سر پر جمی ہوئی تھیں جبکہ بائیں طرف وہ ہاتھ فضا میں رکا ہوا تھا۔''

''آپ پہلے ہماری بات سن لیں۔ ہم آپ کے لیے ایک مزیدار چیز لائے ہیں اور اگر وہ آپ کھا لیں تو آپ کا دھڑ واپس آ سکتا ہے۔'' یونس نے کہا اور اس کی بات سن کر سر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''ٹھیک ہے۔ جلدی لاؤ وہ چیز سر نے کہا اور یونس نے جیب سے ایک بڑی سی ہری مرچ نکال کر اس کے منہ میں ڈال دی۔ اس نے ہری مرچ کو چبایا اور اگلے ہی لمحے وہ بے اختیار چیخنے لگا۔''

''تم.....تم نے مجھے ہری مرچ کھلا دی ہے۔ اب میری موت یقینی ہے۔ لیکن اگر تم چاہو تو مجھے بچا سکتے ہو۔'' سر نے چیختے ہوئے کہا

''پہلے ہمیں یہ بتاؤ کہ سامری جادوگر کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ورنہ ہم تمہیں نہیں بچائیں

گے؟ یونس نے اونچی آواز میں کہا۔

''سامری جادوگر! ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اس کا ٹھکانہ بتا دوں گا اور ساتھ ہی وہ سب کچھ بھی بتاؤں گا جس کا تم پوچھو گے مگر پہلے اپنے ایک خون کا قطرہ میرے منہ میں ڈال دو۔ سر نے چیختے ہوئے کہا اور یونس نے انگلی کو خنجر کی مدد سے آخری حصے سے کاٹا اور پھر چند قطرے اس سر کے منہ پر ڈال دیئے جس نے اس نے چیخنا بند کر دیا۔

''بتاؤ کہ سامری جادوگر کہاں رہتا ہے؟ اور اگر یہ بھی بتا ''کہ وہ کیسے مر سکتا ہے تو تمہاری مہربانی ہوگی۔'' یونس نے پوچھا۔ ''میں تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں۔ میں خود چاہتا ہوں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے مجھے بے عزت کر کے پانی شاگردی سے نکال دیا ہے۔ میں تمہیں اس کے محل میں پہنچا دوں گا۔ مگر تم سامری جادوگر کی آنکھوں میں مت دیکھنا ورنہ تم اس کے غلام بن جاؤں گے۔ اگر تم سامری جادوگر کے بالوں کو آگ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو اس کی پراسرار قوتیں اور جادو وغیرہ ختم ہو جائیں گے اور پھر تم اس کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ سر نے کہا اور یونس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''مگر وہ کہیں ہمیں دیکھتے ہی جادو کے ذریعے کچھ نہ کر دے۔''

''میں نے تمہیں کہا ہے نا کہ جب تک تم ان کی آنکھوں میں نہ دیکھو گے۔ تب تک صحیح رہو گے۔'' سر نے کہا اور پھر اس نے دونوں کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

''اب آنکھیں کھول دو۔'' انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور پھر حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ وہ ایک خوبصورت سے محل کے قریب کھڑے تھے۔

''عارفہ'' سامری کی آنکھوں میں مت دیکھنا۔ سمجھی'' یونس نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے محل میں داخل ہو گئے۔

محل میں نوکر وغیرہ نہیں تھے۔ ایک کمرے میں انہیں سامری جادوگر بیٹھا نظر آ گیا۔

وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اب ان کی نظریں سامری کی ناک پر جمی ہوئی تھیں۔

''تو تم عورتوں کی خاطر آئے ہو۔ ہا..... ہا..... ہا۔'' سامری جادوگر نے ایک زبردست قہقہہ لگایا اور پھر وہ چونک پڑا۔

''میری آنکھوں میں دیکھو۔'' انہوں نے غرا کر کہا۔ مگر دونوں کی نظریں بدستور اس کی ناک پر جمی ہوئی تھیں۔ اب تو سامری جادوگر گھبرا گیا۔ یونس نے ایک طرف دیوار پر موجود جلتی ہوئی مشعل اتاری اور یک لخت سامری جادوگر نے کے سر کی طرف اچھال دی سامری جادوگر نے بچنے کی کوشش کی۔ مگر مشعل سیدھی اس کے سر سے ٹکرائی جس سے اس کے بالوں کو آگ لگ گئی۔ تھوڑی دیر میں ہی اس کے سر کے سارے بال جل چکے تھے۔

''بتاؤ۔ عورتیں کہاں ہیں۔'' یونس نے اس بار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرا کر کہا۔

''وہ واپس اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکی ہیں۔ میرے پراسرار جادو کے ختم ہوتے ہی وہ بھی اپنے اپنے ملکوں میں پہنچ گئیں سامری جادوگر نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا۔

''یہ بتاؤ کہ تم نے عورتوں کو کیوں حاصل کیا تھا۔'' یونس نے پوچھا۔

''میرے چار بیٹوں نے ایک سادھو کے دین پر عمل شروع کر دیا تھا اور پھر جب وہ سادھو کے دین کو مکمل طور پر اپنا چکے تو دیوتا نے انہیں موت کے جال میں قید کر دیا۔ میں نے دیوتا سے گزارش کی۔ مگر اس نے کہا کہ اگر تم پوری دنیا کی عورتوں کی بھینٹ چڑھاؤ تو تب تمہارے بیٹے آزاد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے پانچ سال کالے شیطان کی پوجا کی اور اس طرح میں نے ایک دن دنیا کی تمام عورتوں کو جادو کے ذریعے حاصل کر لیا مگر ابھی میں نے چار ہزار عورتوں کو ہی بھینٹ چڑھایا تھا کہ تم آ ٹپکے۔'' سامری جادوگر نے کہا۔

''تم نے چند ہزار عورتوں کو مار کر اپنی موت کو آواز دے دی ہے سامری کتے۔''

سامری نے غرا کر کہا اور پھر اس نے خنجر کی مدد سے سامری کا کام تمام کر دیا۔ سامری کے مرتے ہی وہاں طوفان سا آ گیا اور پھر جب طوفان تھما تو وہ ایک ویران سے میدان میں کھڑے تھے۔

''آنکھیں بند کرو'' سر کی آواز سنائی دی اور انہوں نے آنکھیں بند کر لیں جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو وہ پہاڑ کے قریب کھڑے تھے۔

گھوڑوں پر بیٹھ کر وہ واپس بادشاہ کے محل میں آ گئے۔ بادشاہ نے نہ صرف انہیں انعام و اکرام سے نوازا بلکہ ان کی بہادری کے سلسلے میں ایک شاندار جشن بھی برپا کیا اور پھر دھوم دھام سے عارفہ اور یونس کی شادی کر دی۔

بھیانک منصوبہ

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی انسپکٹر فرید نے ریسور اٹھالیا۔

''انسپکٹر فرید اسپیکنگ''

''فرید! جلدی سے میری رہائش گاہ پر آجاؤ۔'' دوسری طرف سے پاکستانی صدر کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

یا اللہ خیر، انسپکٹر فرید بڑبڑاتے ہوئے اور پھر وہ کیپ سر پر رکھ کر باہر نکل آئے۔ جیپ میں بیٹھ کر وہ صدر صاحب کی طرف روانہ ہوگئے۔

''فرمائیے سر!'' انسپکٹر فرید نے صدر صاحب کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

صدر صاحب کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔

''فرید! تمہارے کارنامے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ تم نے وہ وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں جنہیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہیں اور آج ایک مرتبہ پھر تمہیں موت کے سفر پر روانہ ہونا پڑے گا۔ یہ ایک ایسا مشن ہے جس میں زندگی کے چانس کم اور موت کے زیادہ ہیں۔ اور اگر یہ مشن تین دن کے اندر اندر مکمل نہ ہوا تو عالم اسلام کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔'' صدر صاحب نے کہا اور انسپکٹر فرید بری طرح سے چونک پڑے۔

''کک۔'' کیا مطلب سر!!.....'' انسپکٹر فرید نے چونکتے ہوئے کہا۔

''مطلب یہ کہ روسی سائنسدانوں نے ایسی گیس تیار کر لی ہے جو کہ اگر مسلمان دماغوں میں پہنچ جائے تو دماغ کے خیالات مکمل طور پر بدل دیتی ہے۔ یہ گیس ایک ایسی دھات سے تیار ہوگئی ہے۔ جو کہ حال ہی میں روس میں انتہائی کم مقدار میں دریافت ہوئی تھی۔ سائنسدانوں نے جب اس پر تحقیق کی تو یہ حیرت انگیز بات سامنے آئی کہ اس گیس کے ایٹموں میں آواز کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے اور پھر اگر ان ایٹموں کو خون کے قریب بھی لے جایا جائے۔ تو یہ پھٹ جائیں گے۔ جس

سے آواز قریب موجود کسی ایٹم یا خلیے پر اثر انداز ہوگی۔ ایٹم پر اثر انداز ہو کر تو آواز ختم ہو جائے گی۔ لیکن وہ آواز خیالاتی خلیوں پر اثر انداز ہو جائے تو ان خلیوں کے خیالات ختم کر کے خود قابض ہو جاتی ہے۔ روسی سائنسدان ایسی گیس کے ایٹموں اسلام کے خلاف خیالات بھر رہے ہیں۔ اور پھر یہ گیس انسانوں کے دماغوں میں جائے گی۔ اسے اسلام سے نفرت ہو جائے گی۔ دوسرے مذاہب تو پہلے ہی اسلام سے نفرت کرتے ہیں۔ ان پر تو ان خیالات کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر خلیئے بھی وہی خیالات ہوں جو کہ ایٹموں میں ہوں گے۔ تو جب کے خیالات خلیئے پر اثر انداز ہوں گے۔ تو ایک دوسرے سے منعکس ہو جائیں گے۔ مگر جب مسلمانوں کے دماغوں پر ایسے خیالات کا حملہ ہوگا۔ نہ صرف ختم ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کی جگہ ایٹموں کے صلاحیت قابض ہو جائیں گے۔ جن میں روسی سائنسدانوں نے اسلام کے خلاف خیالات ابھرے ہوں گے۔ چنانچہ ہوگا تمام ایسے مسلمانوں اسلام سے منکر ہو جائیں گے۔ وہ اسلام سے ایسے نفرت کریں گے جیسے یہودی کرتے ہیں۔ پھر وہ آزاد مذہب ہوں گے۔ یعنی ان کا کوئی مذہب نہ ہوگا۔ اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ جو لوگ آزاد مذہب ہوں۔ انہیں کسی بھی مذہب میں آسانی سے شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر آخر کار بعض مسلمانوں عیسائی بن جائیں گے۔ بعض ہندو اور بعض یہودی میرے خیال سے تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔'' صدر صاحب نے کہا اور انسپکٹر فرید کے چہرے پر ایسے آثار موجود تھے جیسے کہ انہیں کہا گیا ہو کہ سوئی کے سوراخ میں سے ہاتھی گزر گیا ہے۔

''اتنا بھیانک پلان! مگر سر یہ تو بتائیے کہ پورا عالم اسلام ختم ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہی مسلمان اسلام سے منکر ہوں گے۔ جو کے دماغی خیالات پر ایسے ایٹموں کا حملہ ہوگا۔'' انسپکٹر فرید نے کہا۔

''روسی سائنسدانوں نے ایسی گیس کے ساتھ جب ہیلم ملائی تو حیرت انگیز بات یہ

سامنے آئی کہ ایسی گیس کے ایٹم ہوا تیزی سے تقسیم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور ایک سیکنڈ میں ایک ایٹم سو میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اور پھر بھی ہر ایٹم میں خیالات وہی رہیت ہیں۔ اب تم اندازہ لگاؤ کہ تین دن بعد جب گیس کی وافر مقدار عام ہوا میں چھوڑی جائے گی۔ تو کیا ہو گا۔ یہ گیس تیزی سے پھیلے گی اور پھر آہستہ آہستہ عالم اسلام کا ختم ہوتا جائے گا۔''

صدر صاحب نے کہا اور انسپکٹر فرید کا تو یہ حال ہو گیا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''مگر سر! آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟'' انسپکٹر فرید نے پوچھا۔

''ایک روسی سائنسدان کے خط سے۔ وہ خفیہ طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ مگر ظاہر اس لیے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پھر روسی قانون کے مطابق سزائے موت ہو جاتی۔'' صدر صاحب نے کہا۔

''کیا روسی سائنسدان گیس کے تمام ایٹموں میں خیالات بھرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں؟'' انسپکٹر فرید نے پوچھا۔

''سنیں۔'' تین دن بعد کامیاب ہو جائیں گے۔'' صدر صاحب سے کہا۔''

''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔ اگر ایسی گیس کے ایٹم عام ہوا میں تیزی سے تقسیم ہوتے ہیں تو پھر اتنے سارے ایٹموں میں آلات بھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ہی ایٹم میں بھر کر اس کو اگر عام ہوا میں چھوڑ دیا جائے تو وہ چند ہی گھنٹوں میں اتنے ایٹم بنا دے گا جو کہ آرام سے پوری دنیا میں پھیل سکیں۔''

انسپکٹر فرید نے صدر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ اگر ہر ایٹم کی ایک مخصوص حد ہے۔ یعنی ایک ٹیم ایک کروڑ ایٹم پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اس کی توانائی ختم ہو جائے گی اور وہ مزید ایٹم پیدا نہ کر سکے گا۔ اس لیے روسی سائنسدان گیس کے تمام ایٹموں میں خیالات بھر رہے ہیں تاکہ وہ آسانی سے پوری دنیا میں پھیل سکیں۔'' صدر صاحب نے کہا۔

''مگر سر! میں ان ایٹموں کو کیسے ناکارہ کر سکتا ہوں۔''

انسپکٹر فرید نے صدر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔''اس کا انحصار تم پر ہے۔ اور ایک اور بات بھی سن لو۔ جس سائنسدان نے ہمیں یہ خط لکھا تھا اسے بعد میں گرفتار کر لیا گیا تھا اور پھر اسے شہید کر دیا گیا۔ ورنہ اگر وہ زندہ ہوتا تو لازماً وہ خود ہی اس بھیانک منصوبے کو نیست و نابود کر دیتا۔ روس والوں کو یہ بھی پتہ چل چکا ہے کہ اس سائنسدان نے ہمیں سائنس کے ذریعے اس بھیانک منصوبے سے انفارم کر دیا ہے۔ اس لیے اب وہ اس لیبارٹری کے گرد پھیل چکے ہیں۔ جیسے دوست کی حفاظت کے لیے لالچی لوگ پھیلتے ہیں۔ تمہیں وہاں اپنی پوری طاقتوں کو بروکار لانا پڑے گا۔'' صدر صاحب نے کہا۔

''آپ بے فکر رہے سر! روس والوں نے چاند پر تھوکا ہے اب یہ تھوک لازماً ان کے منہ پر ہی گرے گا۔ آپ مجھے اس لیبارٹری کا نام بتا دیں؟'' انسپکٹر فرید نے اس بار دانت پیستے ہوئے کہا صدر صاحب نے لیبارٹری کے متعلق بتا دیا۔

''اچھا سر! اب میں چلتا ہوں۔ انسپکٹر فرید نے کہا اور پھر وہ باہر نکل آئے۔

گھر آ کر انہوں نے کچھ ضروری تیاری کی اور وہ ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بیگم کو صرف انہوں نے اتنا کہا تھا کہ وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں ہمسایہ ملک جا رہے ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ جہاز میں بیٹھے بھارت کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔'' آپ کو کچھ چاہیئے تو نہیں۔ ایک ائیر ہوسٹیس نے قریب آ کر پوچھا۔ مگر انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا جس سے ائیر ہوسٹیس مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ انسپکٹر فرید اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گئے۔ ٹوائلٹ کے اندر آ کر انہوں نے دروازہ بند کیا اور پھر انہوں نے گھڑی کے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں باہر کی طرف کھینچ لیا۔ اس پر تین کا ہندسہ وہ پہلے ہی سیٹ کر چکے تھے۔

''ہیلو ہیلو فرید سپیکنگ اوور۔'' انہوں نے بار بار یہ فقرہ دہرانا شروع کر دیا۔

''یس۔گوپال سپیکنگ اوور۔'' دوسری طرف ایک کھردری سی آواز سنائی دی۔

''گوپائی! تمام تیاریاں مکمل ہیں۔اوور۔'' انہوں نے پوچھا۔

''یس باس! یہاں جہاز تیار کھڑا ہے۔آپ جونہی ائیر پورٹ پر اتریں گے۔اس کے ٹھیک پانچ منٹ بعد جہاز روس کی طرف روانہ ہو جائے گا۔تمام کاغذات اوکے ہیں۔اوور ے۔''

دوسری طرف سے گوپال کی آواز سنائی دی۔

''او۔کے۔وش یو گڈ لک اوور اینڈ آل۔'' انہوں نے کہا اور گھڑی کے ونڈ بٹن کو اندر کی طرف دبا کر ٹائم سیٹ کر دیا۔

پندرہ منٹ بعد وہ بھارتی ائیر پورٹ پر موجود تھا۔کاغذات وغیرہ کی چیکنگ کے بعد وہ پبلک گیلری کی طرف بڑھ گئے۔جہاں گوپال ہاتھ کے اشارے سے انہیں اپنی طرف بلا رہا تھا۔

''یہ لیجئے باس۔'' گوپال نے تمام کاغذات انسپکٹر فرید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور انہوں نے کاغذات لے کر جیب میں ڈال لیے۔

''باس! کیا کوئی اہم مشن ہے؟ گوپال نے پوچھا۔

''یس۔اٹ از ویری امپورٹینٹ اینڈ ٹاپ سیکرٹ۔'' انہوں نے کہا اور پھر جیب سے ایک نوٹوں کی گڈی نکال کر گوپال کی طرف بڑھا دی۔جسے اس نے جیب میں ڈال لیا۔اسی لمحے سپیکر پر اعلان ہونے لگا۔چنانچہ انہوں نے گوپال سے ہاتھ ملایا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ایک بھارتی جہاز کی طرف بڑھ گئے۔

''گھنٹوں کے بعد بھارتی جہاز روس کے بین الاقوامی ائیر پورٹ پر اتر گیا۔جب وہ نیچے اترے تو انہیں ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آئی۔ان کے کاغذات وغیرہ کی نہ صرف اچھی طرح چیکنگ کی گئی۔بلکہ انہیں ایک مشین سے گزارہ گیا کہ کہیں وہ میک اپ میں تو نہیں ہیں۔

ائیر پورٹ کے باہر آ کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ٹیکسی ایک طرف کو چل پڑی۔
مون لائیٹ ہوٹل کے قریب پہنچ کر ٹیکسی رک گئی۔ انہوں نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ کاؤنٹر پر ایک موٹا سا آدمی کھڑا تھا۔ وہ اس کے قریب پہنچ کر بولے۔ ''مارٹن سے ملنا ہے۔ ان کی بات سے وہ موٹا کاؤنٹر مین چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔
''کیا وقت لے رکھا ہے۔'' اس نے اکھڑے سے لہجے میں پوچھا۔ ''نہیں۔ اسے کہو پی ایف آیا ہے۔'' انہوں نے کہا اور کاؤنٹر مین چونک کر ان کی طرف بڑھنے لگا اور پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے ریسور اٹھا لیا۔
''باس! پی۔ ایف نامی ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''
''پی۔ ایف۔ اسے لے کر میرے دفتر آ جاؤ۔'' دوسری طرف سے باس نے چونک کر کہا اور کاؤنٹر مین ریسور رکھ کر انہیں ساتھ لیئے راہ داری کی طرف چل پڑا۔ آخری کمرے کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گئے۔
''تشریف لے جایئے باس آپ کے منتظر ہیں۔'' اس نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔
انہوں نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔
''ویل کم!! ولیم مسٹر پی۔ یف۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر مصافحے کے بعد اس نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔
''کیا پیو گے! ٹھنڈا یا گرم۔'' اس نے پوچھا۔
''کوک منگوا لو۔ انہوں نے کہا اور اس نے انٹر کام پر کوک لانے کا حکم دے دیا۔
''اور سناؤ۔ بڑی دیر بعد چکر لگایا ہے۔ لگتا ہے کہ کسی مشن کے سلسلے میں آئے ہو۔'' باس نے کہا۔

''ہاں۔اوراس مشن میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔انہوں نے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے میں ہروقت تیار ہوں۔بتاؤ مشن کیا ہے؟'' مارٹن نے پوچھا۔

''ایٹمک لیبارٹری تباہ کرنی ہے۔'' انسپکٹر فرید سپاٹ لہجے میں بولے۔

''اوہ! مشن تو کافی مشکل ہے۔مگر جب تمہیں دوست کہہ دیا ہے۔تو مشکلوں سے کیا گھبرانا۔ویسے یہ بتاؤ کہ کیا کوئی چکر وغیرہ ہے مارٹن نے پوچھا اور انسپکٹر فرید نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

''اوہ! یہ تو انتہائی خطرناک منصوبہ ہے۔کسی مذہب کے خلاف ایسا کرنا میرے خیال سے انتہائی گھٹیا کام ہے۔ٹھیک ہے۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔تم اگر کہتے ہو تو وہاں پر براہ راست حملہ کر دیتے ہیں۔'' مارٹن نے کہا۔

''نہیں۔براہ راست اٹیک سے ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو۔

ہمیں کوئی گہری منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔انسپکٹر فرید تے سوچتے ہوئے کہا۔اور اسی لمحے ایک ویٹر اندر داخل ہوا۔اس نے ہاتھ میں کوک کی بوتل پکڑی ہوئی تھی جس پر ٹشو پیپر لپٹا ہوا تھا۔انسپکٹر فرید نے بوتل لی اور ویٹر مڑ کر باہر چلا گیا۔

''میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے تم یوں کرو کہ سمال میک اپ باکس ساتھ لے لو اور آؤ میرے ساتھ۔انہوں نے کہا اور پھر ایک بات سوچ کر وہ رک گئے۔

''میں تمہیں لسٹ لکھ کر دے دیتا ہوں۔ایسا اسلحہ ہمیں فوری طور پر چاہیئے۔'' انہوں نے کہا اور پھر وہ ایک طرف پڑے ہوئے پیڈ پر تیزی سے لکھنے لگے۔بوتل انہوں نے میز پر رکھ دی تھی۔

○

روسی صدر اس وقت اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھے ایک فائیل پر جھکے ہوئے تھے کہ اچانک فون کی گھنٹی بول اٹھی۔

''پریذیڈنٹ سپیکنگ۔'' انہوں نے ریسور اٹھا کر کہا۔

''سر! میں آئی۔جی بول رہا ہوں۔ مجھے ۔ ثمک لیبارٹری کے ارد گرد سے مشکوک قسم کی خبریں ملی ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی اور روسی صدر چونک پڑے۔

''خبریں! کیسی خبریں؟'' انہوں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''سر! وہاں چند افراد کو مشکوک انداز میں پھرتے دیکھا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے وہ خفیہ طور پر لیبارٹری میں داخل ہونا چاہیئے ہوں۔'' دوسری طرف سے آئی۔جی صاحب نے کہا۔

''اوہ! تم فورس کو مستعد کر دو۔ ایک مکھی تک اندر نہیں جانی چاہیئے اور اگر چلی گئی تو پوری فورس کو اپنے ہاتھوں سے گولیاں مار دوں گا۔'' روسی صدر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''سر! اگر آپ کہیں تو میں خود صبح تک وہاں پہنچ جاتا ہوں۔'' دوسری طرف سے آئی جی صاحب نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔تم خود صبح تک وہاں رہو۔ اور ہاں۔ اگر کوئی مشکوک بات ہوئی تو مجھے ضرور انفارم کرنا۔ سمجھ گئے نا۔''

''ٹھیک ہے سر!۔'' دوسری طرف سے آئی جی صاحب نے کہا اور روسی صدر ریسور رکھ کر ایک بار پھر فائل پر جھک گئے۔

O

سرخ رنگ کی کار تیزی سے سڑک پر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ اور پھر وہ ایک بہت بڑی عمارت کے گیٹ کے قریب پہنچ کر رک گئی گیٹ پر موجود دو مسلح سپاہیوں نے چونک کر کار کی طرف دیکھا اور پھر ان کی ایڑیاں بج اٹھیں۔ انہوں نے جلدی سے گیٹ کھولا اور کار اندر بنے ہوئے پورچ میں جا کر رک گئی۔ عمارت میں جگہ جگہ پولیس ہی پولیس موجود تھی۔ کار میں سے جب آئی جی اور ڈی آئی جی صاحب باہر

نکلے تو سب کی ایڑیاں بج اٹھیں۔

''انسپکٹر جیک! صورت حال ہمارے خیال سے ٹھیک نہیں ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کہیں قریب ہی کوئی خطرہ موجود ہو۔ ہم فوری عمارت کا جائزہ لیں گے۔'' آئی جی صاحب نے کہا اور پھر پوری عمارت کا جائزہ لینے لگے۔ آخر میں مین ہال رہ گیا جس میں عظیم روسی سائنسدان اس گیس کے ایٹموں میں اسلام کے خلاف خیالات بنانے میں مصروف تھے۔

''ہم مین ہال کا بھی جائزہ لیں گے۔ کھلواؤ دروازہ۔'' آئی جی صاحب نے انسپکٹر جیک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مگر سر! یہ تو مین ہال ہے اس میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔''

انسپکٹر جیک نے اعتراض کرنے والے لہجے میں کہا۔

''انسپکٹر جیک! میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔ ہمارے پاس تم سے زیادہ تجربہ ہے۔ انڈر سٹینڈ۔'' آئی جی صاحب اس بار تلخ لہجے میں بولے۔

''ٹھیک ہے سر!'' انسپکٹر جیک نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹی سی چابی نکال کر دروازہ کھول دیا۔

''صرف ہم دونوں جائیں گے۔ آئی جی صاحب نے کہا اور پھر وہ دونوں تو اندر داخل ہو گئے۔ جبکہ انسپکٹر جیک دروازے کے قریب ہی کھڑا رہ گیا۔ اس نے مین ہال کا دروازہ بند کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف بڑھ گیا۔ آئی جی صاحب ڈی آئی جی کے ہمراہ دو کمروں سے گزر کر ہال میں پہنچ گئے جہاں چاروں طرف مشین ہی مشین موجود تھیں ہال کے درمیان میں ایک بڑی سی بیضوی میز موجود تھی جو ایک شیشے کا بڑا سا جار موجود تھا۔ جار اوپر سے بند تھا۔ اور میں مختلف قسم کی باریک باریک تالیاں آ جا رہی تھی۔ جار میں رنگ کی گیس موجود تھی۔ بڑی میز پر چھوٹی چھوٹی ٹیپیں۔ سپیکر بنیں موجود تھیں۔ میز کے اطراف میں آٹھ کرسیاں تھیں جو آٹھ سائنسدان

بیٹھے اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔کوئی تالیاں میں محلول ڈال رہا تھا۔کوئی ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے تالیوں آواز منتقل کر رہا تھا اور کوئی خوردبین کے ذریعے گیس کے ایٹم کو چیک کر رہا تھا۔

انہیں دیکھ کر وہ سب سائنسدان اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ کا انچارج کون ہے؟'' آئی جی صاحب نے کہا۔

''میں ہوں فرمائیے۔'' ایک سائنسدان نے کہا۔

''دیکھئے سر! ہمیں کچھ ایسی خبریں ملی ہیں جن کی رو سے آپ ایک سائنسدان نقلی ہے۔ مجھے صدر صاحب نے بھیجا ہے۔اس سائنسدان کو تلاش کروں گا۔'' آئی جی صاحب نے کہا اور سائنسدان بری طرح سے چونک پڑے۔

''یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ہم میں سے کوئی سائنسدان بھی نقلی نہیں ہے۔'' انچارج سائنسدان نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

''آپ کو اگر کوئی اعتراض ہے تو صدر سے بات کریں۔ہم انہی کے حکم سے یہاں آئے ہیں۔'' آئی جی صاحب بھی اس بار تلخ لہجے میں بولے۔

''ٹھیک ہے آپ کر لیں چیکنگ۔'' انچارج سائنسدان نے کہا۔

میں اس سامنے والے کمرے میں بیٹھا ہوں۔ایک ایک سائنسدان کو میرے پاس آئے گا۔آپ پہلے آئیے گا۔آئی جی صاحب نے انچارج سائنسدان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ اس کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔جبکہ ڈی آئی جی، باہر ان دوسرے سائنسدان کے پاس کھڑے رہے۔

''پوچھو! کیا پوچھنا چاہتے ہو؟'' انچارج سائنسدان نے اندر آ کر کہا یہ بتاؤ کہ تم کتنی دیر سے کام کر رہے ہو۔'' آئی جی صاحب نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور قریب پہنچ کر انہوں نے یک لخت اس کے منہ پر ہاتھ اور پھر گھسیٹتے ہوئے ایک طرف موجود ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گئے ٹوئلٹ کے اندر آ کر انہوں نے دروازہ بند کیا

اور پھر جیب سے ایک تیز دھار چھوٹا سا خنجر نکال لیے۔ ''اگر بولے تو اسی وقت ہلاک کر دوں گا۔ آئی جی صاحب جو کہ اصل میں انسپکٹر فرید تھے۔ نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''یہ..... چیکنگ کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔'' انچارج سائنسدان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں آئی جی نہیں ہوں بلکہ ایک مسلمان ہوں۔ یہ بتاؤ کہ اس کیس کے ایٹموں کو کس طرح ناکارہ کیا جا سکتا ہے۔'' انسپکٹر فرید غرا کر بولے۔''

''نن..... نہیں بتاؤں گا۔ انچارج سائنسدان نے کہا اور انسپکٹر فرید نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس نے دونوں کانوں کو کاٹ ڈالا۔ جس سے وہ بے اختیار تڑپنے لگا۔

''بتاؤ! ورنہ اس بار ناک کٹے گی اور پھر بعد میں آنکھیں۔'' انسپکٹر فرید نے غرا کر کہا اور وہ یوں سر ہلانے لگا جیسے بتانے کے لیے تیار ہو چنانچہ انسپکٹر فرید نے ہاتھ اس کے منہ سے ہٹا لیا۔

''سوڈیم کلورائیڈ کا محلول ڈالنے سے وہ گیس ناکارہ ہو سکتی ہے۔'' اس نے تکلیف کی شدت سے بمشکل کہا۔

''کتنی مقدار میں؟'' انسپکٹر فرید نے پوچھا۔

''ایک لیٹر کے لگ بھگ۔'' انچارج سائنسدان نے کہا۔

''سائنسدان کے بچے! جھوٹ بول کر تم کیا مجھے مطمئن کر دو گے۔'' انسپکٹر فرید نے غرا کر کہا اور اگلے ہی لمحے انہوں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھ میں خنجر گھونپ دیا جس سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ مگر وہ جلد ہی اسے ہوش میں لے آئے۔

''صحیح بتاؤ۔ انسپکٹر غرا کر بولے۔

''صحیح صحیح تو بتایا ہے۔ مگر تم نے۔ تم نے اس کے باوجود میری آنکھ نکال دی۔''

انچارج سائنسدان نے تکلیف کی شدت سے بمشکل کہا اور پھر وہ ایک مرتبہ پھر بے

ہوش ہو گئے۔ انسپکٹر فرید نے خنجر اس کے سینے میں گھونپا اور پھر وہ باہر نکل آئے۔ مین ہال میں موجود سائنسدان انہیں دیکھ کر چونک پڑے۔ کیونکہ ان کے منہ پر خون کے چھینٹے موجود تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے۔ انسپکٹر فرید اور مارٹن نے جو کہ ڈی آئی جی کے میک اپ میں تھا۔ سانسر گئے ریوالوروں سے تمام سائنسدانوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد انسپکٹر فرید نے جلدی سے سوڈیم کلورائڈ کا محلول تیار کیا اور پھر اسے اس بڑے سے جار میں ڈال دیا۔ جس میں وہ زہریلی گیس موجود تھی۔ سوڈیم کلورائیڈ کی وجہ سے گیس کا رنگ تبدیل ہو گیا اور انسپکٹر فرید نے اندازہ لگایا کہ ضرور گیس ناکارہ ہو چکی ہے چنانچہ انہوں نے جیب سے دو طاقت ور ٹائم بم نکالے اور ان پر تین منٹ کا وقفہ سیٹ کر کے مختلف جگہوں پر چھپا دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے چہرے پر موجود خون کے چھینٹے وغیرہ صاف کئے اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر آ گئے۔ دروازے پر انسپکٹر جیک موجود تھا۔ اس نے ان کے آتے ہی دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔ ''سب اوکے ہے۔'' آئی جی صاحب یعنی انسپکٹر فرید نے کہا اور پھر وہ انسپکٹر جیک کو محتاط رہنے کا کہہ کر پورچ کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھے ہوٹل مون لائٹ کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ ہوٹل مون لائٹ سے کافی دور انہوں نے کار کھڑی کی اور پھر وہ پیدل ہی چل پڑے۔ میک اپ وغیرہ انہوں نے کار ہی میں صاف کر لئے تھے۔

''کاغذات، اوکے ہیں'' انسپکٹر فرید نے پوچھا۔

''سب۔ اوکے ہیں۔'' آدھے گھنٹے کے بعد جہاز بھارت کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ مارٹن نے کہا اور انسپکٹر فرید نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

O

روسی صدر اس وقت اپنے کمرے میں پاگلوں کی طرح ٹہل رہے تھے۔ کچھ دیر دروازہ کھلا اور آئی جی۔ ڈی آئی جی اور انسپکٹر جیک اندر داخل ہوئے۔

''یہ.....یہ تمہاری پولیس کو کیا ہو گیا ہے۔تم نے عظیم روسی منصوبے کو نہ صرف خاک میں ملا دیا ہے۔ بلکہ ہماری اٹیمک لیبارٹری بھی مکمل طور پر تباہ کروا دی ہے۔ یہ سب تمہاری غفلتوں کا نتیجہ ہے۔''صدر صاحب نے چیختے ہوئے کہا۔

''سوری سر،اس شخص نے ہمیں بے ہوش.....آئی ،جی صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔مگر صدر صاحب نے اس کی بات کاٹ کر چیختے ہوئے کہا''شٹ اپ۔کیا تم بچے ہو جو اس نے آ کر آرام سے تمہیں بے ہوش کر دیا۔اور پھر تمہاری وردی اور کار سمیت جا کر آرام سے تمام منصوبے اور لیبارٹری کو ستیاناس کر دیا۔تم نے ایک ایسے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔ جو کہ اب کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف وہی دھات تھی جس سے گیس تیار کر لی تھی۔اور تو اور پورے روسی سائنسدان بھی تمہاری غفلتوں کے نتیجے میں اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔اس ملک کو تم جیسے نا اہل افسروں کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں نہ صرف ڈسمس کرتا ہوں بلکہ عدالت تم لوگوں کو موت کا فیصلہ سنائے گی۔گٹ آؤٹ۔آئی سے گٹ آؤٹ۔''صدر نے چیختے ہوئے کہا اور وہ تینوں شرمندہ ہو کر تیزی سے باہر نکل گئے۔

ایک بادشاہ کی کہانی

پیارے ساتھیو!

عرصہ ہوا کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام کمال تھا۔ اس کی ایک بیوی تھی جس کا نام آمنہ تھا۔ جب ان کی شادی کو کافی سال ہو گئے تو بادشاہ پریشان سا رہنے لگا۔ کیونکہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ ملکہ نے کہا کہ دوسری شادی کرلو۔ مگر بادشاہ نے مانا۔ ملکہ نے کافی اصرار کیا۔ مگر بادشاہ نے کہہ دیا کہ جب تک تم ہو۔ دوسری شادی نہیں کروں گا۔ ملکہ اس بات کو دوسرے لفظوں میں سمجھی۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ بادشاہ کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہٹ جائے گی۔ چنانچہ ایک دن وہ چپکے سے ایک نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوگئی۔

بادشاہ کو جب پتہ چلا تو اس نے ہزاروں سپاہیوں کو ملکہ کی تلاش میں دوڑایا۔ مگر سب آخر کار لوٹ آئے۔ بادشاہ نے چند مہینے تو صبر سے گزارے۔ مگر پھر وزیر وغیرہ اسے دوسری شادی کا مشورہ دینے لگے۔ بادشاہ پہلے تو ٹالتا رہا۔ مگر کب تک۔ آہستہ آہستہ اس کا دماغ بھی بدلتا گیا اور پھر اس نے شادی کا فیصلہ کرلیا۔

دوسری بیوی بڑی جھگڑالو قسم کی تھی۔ ان کو جب تین سال ہو گئے اور بادشاہ کو کوئی خوشی کی خبر نہ ملی تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس بیوی کو چھوڑ دے گا اور پھر کبھی شادی نہیں کرے گا۔ اس کی بیوی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ بڑی پریشان ہوئی۔ اس نے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا اور پھر وہ بادشاہ سے ایک دن کہنے لگی۔''

''سنا ہے کہ آپ مجھے طلاق دینے کا سوچ رہے ہیں۔'' ملکہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں تم جیسی جھگڑالو بیوی کے ساتھ گزارہ نہیں کرسکتا۔''

''کیا میں آپ کو جھگڑالو نظر آتی ہوں۔ ہائے میری قسمت۔ جو آپ سے شادی ہو گئی۔'' ملکہ نے سینے پر دوہتڑ مارتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو میں صرف سوچ رہا تھا۔مگر اب میں نے پختہ فیصلہ کرلیا ہے کہ تمہیں طلاق دے کر رہوں گا۔'' بادشاہ نے اٹل لہجے میں کہا۔''مجھے تو دے دیں طلاق! مگر اس آنے والے کے ساتھ کیوں ظلم کر رہے ہیں ملکہ نے روتے ہوئے کہا اور بادشاہ اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

''تم.....تمہارا مطلب ہے کہ.....یعنی کہ میں.....'' بادشاہ نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''ہاں! آپ باپ بننے والے ہیں۔ملکہ نے کہا اور بادشاہ کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

''بھئی اتنی اہم خبر تم نے ہم سے چھپائے رکھی۔ بادشاہ نے خوشی سے کہا اور پھر اس نے تالی بجائی۔

''جی آقا!'' ایک ملازم نے اندر داخل ہو کر کہا۔

''بھئی آج ہم بہت خوش ہیں۔اسی خوشی میں ایک شاندار جشن کا اہتمام کیا جائے اور وزیر اعظم سے کہو کہ غریبوں میں ایک لاکھ اشرفیاں بانٹ دی جائیں۔'' بادشاہ نے خوشی سے کہا اور ملازم بھی خوش ہو کر باہر نکل گیا۔

تقریباً تین ماہ بعد بادشاہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔اور اسی دن ملکہ بھائی کے ہاں بھی ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔

''بھئی آج ہم بہت خوش ہیں۔ہمارے ہاں سالوں بعد ایک ننھا سا مہمان آیا ہے۔ اسی خوشی میں ایک ایسا جشن منایا جائے جو کہ اس سے پہلے نہ کیا گیا ہو بادشاہ نے کہا اور وزیر اعظم نے سر ہلا دیا اور ہاں۔آج چونکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بہت اسی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔اس لیے غریبوں کے لیے خزانوں کے منہ کھول دیئے جائیں آج ملک میں کوئی بھی عام کھانا نہ کھائے سمجھ گئے نا۔بادشاہ نے خوشی سے کہا اور وزیر اعظم نے سر ہلا دیا۔

رات کو محل میں ایک بہت ہی شاندار جشن کیا گیا۔غریبوں میں اشرفیاں بانٹی گئیں۔

بھوکوں کو کھانا کھلایا گیا یہ جشن کئی دن تک جاری رہا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ملازمہ گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

''یب.....بادشاہ سلامت! وہ.....وہ'' اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا۔خریت تو ہے نا؟'' بادشاہ نے چونکتے ہوئے کہا۔

''بادشاہ سلامت! ملکہ اور شہزادے کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔'' ملازمہ نے کہا اور بادشاہ کے ساتھ ساتھ پورے پورے دربار کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔بادشاہ کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔

وزیر اعظم نے پانی منگوا کر بادشاہ کے چہرے پر چھینٹے مارے جس سے وہ ہوش میں آ گیا۔

''بادشاہ سلامت! حوصلے رکھیئے۔اگر آپ حوصلے ہار گئے تو نقصان کس کا ہو گا۔رعایا کا۔وہ ایک رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ سے محروم ہو جائے گی۔وزیر اعظم نے بادشاہ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔بادشاہ اگرچہ اس وقت انتہائی پریشان تھا۔مگر پھر بھی اس نے حوصلہ کیا۔وہ اس کمرے میں گیا۔جہاں ملکہ اور شہزادے کی لاشیں موجود تھیں اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ایک ہفتہ تو اسی طرح سے گزر گیا۔بعد میں بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ جاسوسوں کو ملک بھر میں پھیلا دو۔اور ان سے کہو کہ ایک مہینے کے اندر اندر قاتل کو تلاش کریں۔

ایک دن بادشاہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ملکہ کا بھائی وہاں آ گیا۔

''بادشاہ سلامت! اب چونکہ میری بہن ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے اس لیے میں یہاں رہنا اچھا نہیں لگتا۔میرے خیال سے آپ مجھے اجازت دیں۔''

''نہیں بھائی۔میں پہلے ہی اکیلا رہ گیا ہوں اب تم بھی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔''

بادشاہ نے کہا۔

بادشاہ سلامت! آپ یہ بھی تو سوچئے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں۔تم آرام سے یہاں رہو اور اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بتا دینا۔''

بادشاہ نے کہا اور ملکہ کا بھائی یہ کہہ کر کہ جیسے آپ چاہتے ہیں۔وہاں سے چلا گیا۔

○

بادشاہ کی پہلی بیوی کے ہاں اب ایک بچہ تھا۔وہ محل سے ایک نامعلوم منزل کی طرف نکل کھڑی ہوئی تھی اور پھر اسے ایک بزرگ نے اپنے گھر میں رکھ لیا۔وہ اسے بیٹیوں کی طرح چاہنے لگے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ملکہ کو ایک چاند سا بیٹا دے دیا۔اب اس کی عمر چار سال تھی اور پھر وہ اچھلتا کودتا پھر رہا تھا۔جب وہ پیدا ہوا تھا تو ملکہ اسے لے کر محل کی طرف گئی تھی۔مگر پھر جب اسے پتہ چلا کہ بادشاہ نے دوسری شادی کر لی ہے۔تو وہ آنسو بہاتی ہوئی واپس آ گئی۔

ایک دن وہ جھونپڑی میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھی کہ بزرگ اندر داخل ہوئے۔

''بیٹی! مجھے پتہ چلا ہے کہ ملکہ اور شہزادے کو محل میں کسی نے قتل کر دیا ہے۔بزرگ نے کہا اور وہ دھمک سے رہ گئی اور پھر وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔دو دن بعد بزرگ نے شفقت بھرے لہجے میں اس سے کہا۔بیٹی! اب جبکہ ملکہ اور شہزادہ اس دنیا میں نہیں رہے تو میری نصیحت ہے کہ تم وہاں چلی جاؤ۔کم از کم بادشاہ حوصلہ تو نہ ہارے گا۔

''بابا! کیا تم مجھ سے تنگ آ گئے ہو جو اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔'' آمنہ نے کہا۔

''نہیں بیٹی۔میں چاہتا ہوں کہ تمہارے چہرے پر ایک بار پھر خوشیاں دیکھ سکوں۔مجھے امید ہے کہ تم میری بات کو مسترد نہ کرو گی۔'' بزرگ نے کہا۔

''سوچوں گی بابا۔'' آمنہ نے کہا اور گھریلو کاموں میں مصروف ہوگئی۔

○

بادشاہ نے ایک دن اپنے کمرے میں پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا کہ صفیہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ملکہ کے بھائی کی بیوی تھی۔

''بادشاہ سلامت! اگر آپ مجھے دو لاکھ اشرفیاں دے دیں تو میں آپ کو قاتل کا نام بتا دوں گی۔'' اس نے کہا۔

''دو لاکھ! مگر یہ بتاؤ کہ تم قاتل کو کیسے جانتی ہو۔'' بادشاہ نے چونک کر پوچھا۔

''آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اگر آپ کو منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں چلتی ہوں۔'' صفیہ نے یہ کہہ کر جانا چاہا مگر بادشاہ کی آواز نے اسے روک لیا۔

''ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔ تم قاتل کا نام بتاؤ۔ اور ہاں۔ دو لاکھ اشرفیاں ہم اس وقت تمہیں دیں گے۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی قاتل وہی ہے۔'' بادشاہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ قاتل کا نام عادل ہے۔ جو کہ امیر شہر ہے۔''

صفیہ نے کہا اور بادشاہ حیران ہو کر بولا۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ عادل نے اپنی بہن اور بھانجے کو ہلاک کر دیا۔ کیا تم ہوش میں تو ہو۔ ایک بھائی ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔''

''میں نے آپ کو قتل کا نام بتانا تھا۔ بتا دیا۔ اب آپ یقین کریں یا نہ کریں۔'' صفیہ نے کہا۔

''مگر تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔

''ثبوت یہ ہے کہ وہ روزانہ رات کو خواب میں بڑبڑاتا ہے اور پھر خوفزدہ ہو کر اٹھ جاتا ہے۔'' صفیہ نے کہا۔

''اگر وہ روزانہ رات کو خواب میں بڑبڑاتا ہے تو لازماً آپ آج رات بھی بڑبڑائے گا اور آج ہم خود اس کی بڑبڑاہٹ سنیں گے۔'' بادشاہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آج رات ہمارے کمرے میں چھپ جائیں اور پھر خود ہی سن لیں۔'' صفیہ نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔

رات کو بادشاہ ان کے کمرے میں جا کر چھپ گیا۔ جب وہ سو گئے تو بادشاہ ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ سویا صرف عادل تھا۔ صفیہ جاگ رہی تھی اور پھر آدھی رات کے قریب عادی بڑبڑانے لگا۔

''مجھے معاف کر دو بہن! میں غصے کی آگ میں پاگل ہو گیا تھا۔ تم تو جانتی ہو کہ جب انسان غصے کی لپیٹ میں آ جاتا ہے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ مجھ سے بھی جو کچھ ہوا غصے کی حالت میں ہوا میں نے خواہ مخواہ غصے میں تمہیں اور منے کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ تمہارے گناہوں کی سزا کو اوپر والے نے دینی تھی۔ مگر میں نے خود ہی تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا دے دی۔ مجھے صرف ایک مرتبہ معاف کر دو۔'' عادل کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا اور وہ بری طرح سے خوفزدہ ہو چکا تھا۔

''بادشاہ سلامت! ابھی تھوڑی دیر بعد یہ جاگ جائے گا۔ اس لیے آپ براہ مہربانی یہاں سے چلے جائیں۔'' صفیہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ صبح کیا جائے گا۔'' بادشاہ نے کہا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

اگلے دن دربار میں عادل کو بلایا گیا۔ دربار میں اس وقت تمام وزیر موجود تھے۔ پہلے پہل تو عادل مانا نہیں۔ مگر جب بادشاہ نے اس کی بیوی کو بلایا اور پھر رات والا واقعہ سنایا تو وہ چیخ کر بولا۔

''ہاں۔ ہاں۔ میں نے ہی ان دونوں کو قتل کیا ہے کیونکہ وہ اسی سزا کے مستحق تھے۔ آپ شائد نہیں جانتے ہو وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا۔''

''کیا.....کیا کہہ رہے ہو!'' بادشاہ اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بادشاہ سلامت! میری بہن نے آپ سے دھوکا کیا تھا۔ وہ انتہائی چالاک اور مکار عورت تھی۔ آپ نے جب اسے طلاق دینے کا کہا تو وہ پریشان ہوگئی۔ اسے یہ عیش وعشرت کی زندگی دور جاتی ہوئی دکھائی دی۔ اسے دولت سے بہت پیار تھا۔ چنانچہ اس نے آپ کو جھوٹ کہہ دیا کہ وہ آپ کو چند مہینوں تک خوشخبری سنانے والی ہے۔ آپ تو اس پر خوش ہو گئے۔ مگر آپ شاید یہ نہیں جانتے کہ اس مکار عورت نے ان چند مہینوں میں کیا گل کھلائے۔ جو دس آدمی ان دنوں قتل ہو گئے تھے انہیں میری بہن نے ہی قتل کیا تھا۔ تاکہ وہ بعد میں اس کے لیے کسی قسم کی پریشانی وغیرہ پیدا نہ کریں۔ اور اس طرح اس نے آپ کو زندگی میں خوشیاں وغیرہ پیدا نہ کریں۔ اور اس طرح اس نے آپ کی زندگی میں خوشیاں بھر دیں۔ اس کی کرتوتوں سے محل کی ایک ملازمہ واقف ہو چکی تھی۔ ایک دن وہ اپنی سہیلی سے باتیں کر رہی تھی۔ کہ میں ادھر جا نلا اور جب باتوں ہی باتوں میں میری بہن کا ذکر چھڑا تو میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ بتاؤ یہ سچ ہے۔ ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ انہوں نے موت کے خوف سے مجھے سب کچھ صحیح صحیح بتا دیا جسے سن کر میرا خون کھول اٹھا۔ میں غصے سے پاگل ہو گیا اور پھر میں نے جا کر ان دونوں کو قتل کر دیا۔ یہ ہے تمام قصہ۔ اب آپ جو چاہتے ہیں میرے ساتھ کر لیں۔''

عادل نے کہا

''تم نے ویسے تو ٹھیک کیا ہے۔ مگر تمہارا قصور اتنا ہے کہ تم نے اس معصوم کو قتل کیوں کیا۔ اگر تم اپنی بہن کو قتل کر دیتے تو شاید ہم تمہیں معاف کر دیتے۔ مگر چونکہ تم نے ایک معصوم کی جان لی ہے۔ اس لیے ہم تمہیں سزائے موت سناتے ہیں۔''

بادشاہ نے اپنا حکم سناتے ہوئے کہا اور پھر وہ مزید بولے ''صفیہ کو دو لاکھ اشرفیاں دے دی جائیں۔''

کک.....کیا مطلب؟.....کیسی اشرفیاں۔'' عادل نے چونک کر پوچھا۔اور بادشاہ نے اسے سب کچھ بتادیا۔

''تو اس نے دولت کے لالچ میں میرے متعلق بتایا ہے۔''

''بادشاہ سلامت! میرے آپ سے گزارت ہے کہ آپ اسے بھی سزا دیں۔ کیونکہ یہ میرے بعد میں مجھ سے بھی خوبصورت نوجوان سے شادی کرلے گی۔ مجھے پچھلے دنوں ان کے متعلق پتا چلا تھا اور میں نے دو چار مرتبہ اسے مارا بھی تھا مگر یہ پھر بھی نہ سدھری۔''

عادی نے کہا اور پھر اسے سپاہی پکڑ کے لے گئے۔

''کیا یہ سب کچھ صحیح ہے؟ بادشاہ نے غصیلے لہجے میں صفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نن.....نہیں۔بادشاہ سلامت۔صفیہ خوفزدہ سی ہوگئی۔

''سچ سچ بتادو۔ورنہ سزائے موت سن دوں گا۔'' بادشاہ نے شرا کر پوچھا۔اور صفیہ معافیوں مانگنے لگی۔مگر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے تین سال تک جیل میں بند کر دیا جائے۔چنانچہ سپاہی اسے پکڑ کر لے گئے۔

بادشاہ کے دماغ میں اس وقت آندھیاں سی چل رہی تھیں وہ پورے دربار میں بے عزت ہو چکا تھا۔وہ چونکہ بادشاہ تھا۔اس لیے سب چپ تھے۔ورنہ اگر وہ غریب ہوتا تو سب اسے طعنے مارتے۔اسے ذلیل کرتے اور طرح طرح کی باتیں کرتے۔

بادشاہ اپنے کمرے میں آ گیا۔اس نے فیصلہ کیا کہ اسے مرجانا چاہیے۔اور ویسے بھی اب اس کی زندگی میں کیا رہ گیا تھا چنانچہ اس نے زہر کو پانی میں ملایا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس پانی کو پیتا۔ایک ملازم اندر داخل ہوا۔

''حضور۔حضور۔ملکہ آمنہ آ گئی ہیں۔ان کے ساتھ ایک بچہ بھی ہے۔وہ آپ کا بیٹا ہے۔حضور!۔'' ملازم نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔اور اسی لمحے آمنہ اندر داخل

ہوئی۔اس کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ تھا۔

''بیٹا! وہ ہے تمہارا باپ!'' آمنہ نے کہا اور بچہ دوڑ کر بادشاہ کی طرف بڑھا۔مگر بادشاہ چیخ اٹھا۔''رک جاؤ۔رک جاؤ۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ آپ کا بیٹا ہے۔آمنہ نے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر میرا بیٹا ہے تو ثبوت دو۔'' بادشاہ نے خشک لہجے میں کہا۔

''کک.....کیا! کیا یہ تم کہہ رہے ہو۔کیا تمہارے خیال سے؟'' آمنہ نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''میرے خیال سے کیا۔اگر تم سچی ہو تو پھر یہ خوش خبری اس وقت کیوں نہیں سنائی جب تم میرے ساتھ رہتی تھی۔'' بادشاہ نے کہا۔

''بس کرو۔مجھے تم سے اس قسم کی امید نہیں تھی۔'' آمنہ نے کہا۔اور پھر اس نے بچے کا ہاتھ پکڑ۔اور تیزی سے باہر نکل گئی اس کی آنکھوں میں آنسو موجود تھے۔

بادشاہ کے دماغ میں مزید آندھیاں چلنے لگیں۔اس نے غصے سے کلاس ایک طرف پھینکا اور پھر اپنا سر تھام لیا۔

اگلے دن وہ اپنے باغ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ملنگ بابا ادھر آ نکلا۔

ملنگ بابا کو روٹی کھلاؤ بچہ۔جو مانگو گے، پاؤ گے۔'' ملنگ بابا نے کہا۔اور بادشاہ غصے سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا تم کھانے کے بدلے مجھے اولاد دے سکتے ہو؟ بادشاہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اولاد! تمہارا ایک بیٹا تو ہے۔پھر تمہیں کیا چاہیئے۔'' ملنگ بابا نے کہا اور بادشاہ چونک پڑا۔

''کیا مطلب! تم کیسے جانتے ہو! بادشاہ نے چونک کر پوچھا۔''ہمیں سب کچھ معلوم ہے بچہ! تم نے آمنہ جیسی نیک سیرت خاتون پر شک کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں

خوشیاں دیں اور تم نے ان خوشیوں کو ٹھکرا دیا۔'' ملنگ بابا نے کہا۔

''اوہ کیا وہ بچہ میرا تھا؟ بادشاہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بچہ، اللہ تعالیٰ سب کو خوشیاں دیتا ہے۔ تمہیں اگر خوشیاں دیر سے ملی تھیں تو تمہیں ان خوشیوں پر شک نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ملنگ بابا نے کہا اور بادشاہ کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس نے ملنگ بابا کو کھانا کھلایا اور پھر سپاہیوں کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔

ایک دن دو سپاہی ایک بزرگ کو لے کر آئے بزرگ کے ساتھ وہی بچہ تھا۔..... بادشاہ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

''آمنہ کہاں ہے؟'' بادشاہ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ وہ اپنے بیٹے کے پیار میں کھو سا گیا تھا۔

''اسے آپ کے شک میں ڈس لیا ہے بادشاہ سلامت! آپ نے ایک نیک اور پاک سیرت خاتون پر شک کیا تھا۔ اسے آپ کے شک نے ہی ڈس لیا اور وہ چند دن بیمار رہ کر اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی میری بیٹی۔'' بزرگ نے کہا ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں اور ساتھ ہی ان کی آواز بھی بھرا گئی تھی۔

''میں شاید خود کو کبھی معاف نہ کر پاؤں گا۔'' بادشاہ نے غم زدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنے بیٹے کو ایک مرتبہ پھر گلے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں آنسو ٹپ ٹپ کر کے نیچے گرنے لگے۔

کالے چور

انسپکٹر فرید نے سٹرنگ کو یک لخت دائیں طرف کو موڑا اور پھر ان کی جیپ دائیں طرف مڑ کر آگے کی طرف دوڑتی چلی گئی اگرچہ انہوں نے سیدھا ہی جانا تھا مگر ان کی نظر دائیں طرف کو جاتی ہوئی ایک نئی سپورٹس کار پر پڑ گئی تھی اور پھر جونہی انہوں نے ڈرائیور سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کو دیکھا۔ وہ چونک پڑے تھے۔ کیونکہ وہ امریکہ کا مشہور ایجنٹ آرتھر تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی جیپ کا رخ موڑ لیا تھا۔

سپورٹس کار ہوٹل فائیو رسٹار کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اس میں سے آرتھر ایک آدمی کے ساتھ باہر نکلا اور پھر وہ دونوں ہوٹل میں داخل ہو گئے۔

انسپکٹر فرید نے بھی اپنی جیپ روکی اور پھر وہ بھی اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ مگر انہیں وہ دونوں نظر نہ آئے۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے جو دو انگریز آئے تھے وہ کہاں گئے؟'' انہوں نے کاؤنٹر بوائے سے پوچھا۔

''کمرہ نمبر 21 میں۔'' کاؤنٹر بوائے نے کہا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتے لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ کیونکہ کمرے نمبر 21 اوپر والی منزل پر تھا

کمرہ نمبر 21 کے دروازے کے قریب پہنچ کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر انہوں نے آنکھ کی ہول سے لگا دی۔ اندر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اور پھر وہ چونک پڑے۔ کیونکہ آرتھر ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا اور اشارے سے اندر بلا رہا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ آرتھر تعاقب سے باخبر ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

''بھئی انسپکٹر صاحب! سوراخوں سے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ سر عام دیکھئے۔'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم تو تعاقب سے باخبر ہو گئے تھے۔'' انسپکٹر فرید نے مسکرائے ہوئے کہا۔

''تمہیں پتہ ہے میری دو نہیں چار آنکھیں ہیں۔اور سنا ؤ۔
سب ٹھیک ہے نا۔اب تم پریشان ہو گے کہ میرا یہاں مقصد کیا ہے۔تو سنو پیارے۔
میں پروفیسر محمد دین کو مارنے اور ان کا وہ فارمولا جس نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا
ہے۔اڑانے آیا ہوں۔'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''بہت خواب تم واقعی بہت بہادر ہو۔مگر اتنا سن لو کہ میرے ہوتے ہوئے تم اپنے
اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے انسپکٹر فرید نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ
ہی انہوں نے ریوالور نکال لیا۔
بری بات ہے فرید!۔کیوں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہے ہو۔میری مانو تو چپکے
سے دم دبا کر بھاگ جاؤ۔ورنہ تھوڑی دیر بعد جیل میں بیٹھے ہوئے مجھے کوس رہے ہو
گے۔آرتھر نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔
''میں نہیں!تم تھوڑی دیر بعد جیل میں ہو گے۔سمجھے۔'' انسپکٹر فرید اس بار قدرے تلخ
لہجے میں بولے۔
''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہم یہاں کیا لینے آئے ہیں؟''
یہ ٹیپ ریکارڈ۔'' انسپکٹر فرید نے کہا اور وہ دونوں مسکرا دیئے ''بہت خواب!یوں کہو کہ
اسے آئی جی کو سناؤ پھر دیکھو تماشہ۔'' آرتھر نے کہا اور پھر وہ ریسور اٹھا کر آئی جی کے
کمرے کے نمبر ملانے لگا۔''لو۔بتاؤ اپنے آفیسر کو۔'' آرتھر نے کہا۔
''انسپکٹر فرید نے ریسور لیا اور آئی جی صاحب کو سب کچھ بتا دیا
''فرید!انہیں تنگ نہ کرو اور واپس آجاؤ۔'' دوسری طرف سے آئی جی صاحب نے
کہا اور وہ چونک پڑے۔
''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر!میں انہیں اکیلے کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔میرے پاس
ثبوت ہے سر!'' انہوں نے کہا۔''
''میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔انڈر سٹینڈ۔'' دوسری طرف سے آئی جی

صاحب نے کہا۔

''سوری سر! میں اپنی وردی، اپنے ضمیر اور اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتا۔''

انہوں نے کہا اور پھر ریسور رکھ دیا۔

''ڈائیلاگ اچھے بول لیتے ہو۔'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈائیلاگ نہیں۔ کڑوی باتیں کہو۔ اب تم آرام سے میرے ساتھ چلو۔ ورنہ مجبوراً مجھے ٹریگر پر دو دفعہ دباؤ ڈالنا پڑے گا۔ انسپکٹر فرید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمارا مشن چونکہ رات کو ہے۔ اس لیے تفریح کے لیے چلے چلتے ہیں۔ آرتھر نے کہا اور پھر وہ یوں اٹھ کھڑے ہوئے جیسے سیر کے لیے جا رہے ہوں۔

انسپکٹر فرید انہیں لے کر جونہی تھانے میں داخل ہوئے، چونکہ پڑے کیونکہ اندر آئی جی صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس سب انسپکٹر عارف کھڑا تھا۔

''میں نے تمہیں کہا تھا نا۔ یہ ایک تفریح ہے۔'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فرید تم نے انہیں خواہ مخواہ تنگ کر کے خود قانون کو ہاتھ میں لیا ہے اس لیے میں نے نہ صرف تمہیں معطل کر دیا ہے۔ بلکہ تمہاری جگہ اب عارف نے لے لی ہے۔ آئی جی صاحب نے کہا۔ ''میں نے قانون کو ہاتھ میں لیا ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر! میرے پاس انہیں مجرم ثابت کرنے کے لیے ثبوت ہے۔''

ثبوت۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ آئی جی صاحب نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر انہوں نے انسپکٹر عارف کو اشارہ کیا اور اس نے انہیں پکڑ لیا..... یہ..... یہ کیا بدتمیزی ہے سر۔'' انہوں نے تلخ لہجے میں کہا ''شٹ اپ لے جاؤ اسے اور ہاں ٹیپ ریکارڈ کو ضائع کر دو۔''

آئی جی صاحب نے کہا اور انسپکٹر عارف ایک گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ مشن کب ہے؟ آئی جی صاحب نے پوچھا۔

شام کو۔ آرتھر نے کہا۔

تب تو کافی وقت ہے۔ آؤ تمہیں خوش کرتے ہیں اور پاکستانی کھانے کھلاتے ہیں۔ آئی جی صاحب نے کہا اور پھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھانے تھانے سے باہر نکل گئے۔

''عارف میری بات سنو!'' فرید نے اونچی آواز میں کہا اور انسپکٹر عارف تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا چلا گیا۔

''میں صدر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ''سوری! آئی جی صاحب نے کہا تھا کہ آپ کی کسی سے بھی بات نہ کرائی جائے۔ انسپکٹر عارف نے خشک لہجے میں کہا۔

''عارف! تم خود سوچو! آج رات وہ درندے پروفیسر محمد دین کو مار کر ان کا فارمولا لے اڑیں گے۔ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ انہیں روکیں۔ انہوں نے انسپکٹر عارف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''فرض! ہا۔ ہا۔ ہا۔ فرید صاحب! اگر ہم اپنا فرض پورا کریں تو بیوی بچوں کو کہاں سے کھلائیں۔ یہ قانون ہی نہیں بلکہ ملک کے تمام بڑے بڑے آفیسر ایسے ہیں جو پھلوں کی طرح یک جاتے ہیں۔ ہم جب چھوٹے موٹے چوروں یا پھر غریب چوروں کو پکڑتے ہیں تو پھر ہماری حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور میڈل وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ لیکن ہم کسی بڑے چور پر ہاتھ ڈالیں تو ہمیں مجبوراً اسی وقت اپنے ہاتھ پیچھے کرنے پڑتے ہیں۔ ورنہ وہ چور ہمیں اسی وقت معطل کرا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے چور ہمیشہ حکومت کے بڑے بڑے آفیسر ہوتے ہیں جو کہ معصوم لوگوں کو زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ منشیات وغیرہ بھی خود ہی پھیلاتے ہیں یعنی اس کے خلاف اقدامات نہیں کرتے کیونکہ انہیں بیٹھے بیٹھائے حصہ مل جاتا ہے۔ اب ہم ایک دو مل کر آفیسروں کو نہیں سدھا سکتے۔'' انسپکٹر عارف نے جذباتی لہجے میں بات کرتے ہوئے

کہا۔

''تمہاری باتیں سو فیصد درست ہیں عارف۔ واقعی یہ سب آفیسروں کا نتیجہ ہے جو ہمارا ملک جرائم کی دلدل بن جاتا ہے اب تو اس ملک میں ایسا قانون ہے جو کہ حضورؐ سے پہلے تھا یعنی امیر کی عزت کی جاتی تھی اور اس کا جرم دولت کے عوض معاف کر دیا جاتا تھا جبکہ غریب انسان کو سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ خیر جو کچھ بھی ہے۔ واقعی اسے ہم تو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ مگر ایسے چند آفیسروں سے اس پاک سرزمین کو صاحب ضرور کر سکتے ہیں۔ میں آرتھر کو اس کے مشن میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا چاہے اس کے لیے مجھے یہ سلاخیں ہی کیوں نہ کاٹنی پڑیں۔'' انہوں نے عارف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میری بات غور سے سنو۔ میں اس تالے کو کھول جاتا ہوں۔ تم تھوڑی دیر بعد باہر نکل آنا اور پھر ہم سب کو تگنی کا ناچ نچا کر بھاگ جاتا سمجھے۔ یہاں تو میں نے قانون کا فرض پورا کیا ہے۔ لیکن وہاں کانسٹیبلوں کے سامنے مجھے آئی جی صاحب کا فرض پورا کرنا ہوگا۔ میرے خیال سے تم میری بات سمجھ گئے ہو گے اور ہاں یہ لو جیپ کی چابیاں۔'' انسپکٹر عارف یہ نے یہ کہہ کر نہ صرف چابیاں ان کی طرف بڑھا دیں بلکہ تالا بھی کھول دیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔

○

آئی جی صاحب ان کے ساتھ اس وقت ایک خوبصورت اور مہنگے ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ویٹر فون اٹھائے ان کے قریب آ گیا۔

سر آپ کا فون! اس نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور آئی جی صاحب نے ریسور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

''آئی جی سپیکنگ۔'' انہوں نے کہا اور پھر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگے۔''

''ٹھیک ہے سر میں فیملی کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔ ویسے اس دفعہ کافی دیر بعد اس قسم کا

پروگرام بنایا ہے یعنی نائٹ پروگرام۔آئی جی صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ان کی آنکھوں میں ایک پراسراری چمک ابھر آئی تھی۔

''بس کیا کریں۔حکومتی معاملات سے فرصت ہی نہیں ملتی۔اور جب ملتی ہے کہ تو جانتے ہو کہ ہم اپنے دوستوں کے ساتھ اینجوائے ضرور کرتے ہیں۔او۔کے۔وش یو گڈ لک۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔آئی جی صاحب نے بھی ریسورویٹر کے ہاتھوں میں تھمایا اور پھر وہ آرتھر سے مخاطب ہوئے۔

''تمہارا مشن کب تک ختم ہو جائے گا۔''

''دس بجے کے لگ بھگ۔ویسے گیارہ بھی بج سکتے ہیں۔'' آرتھر نے جواب دیا۔

''تم یوں کرنا۔مشن ختم کر کے سیدھا ہوٹل مون لائٹ میں چلے آنا وہاں نائٹ پروگرام ہے۔تم بھی بعد میں پاکستان کو یاد کروں گے۔'' آئی جی صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آؤں گا ضرور۔مگر صرف چند منٹوں کے لیے تاکہ آپ ناراض نہ ہوں۔کیونکہ ہمیں ایسے پروگرام میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔کیونکہ اس سے ہماری صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے بھئی۔جیسے تمہاری مرضی۔ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔آئی جی صاحب نے کہا۔''

''آپ کے بنک بیلنس میں دو لاکھ روپے جمع کروا دیئے گئے ہیں۔'' آرتھر نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

شکریہ۔آئی جی صاحب نے خوش ہو کر کہا اور پھر وہ سب خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

سرخ رنگ کی نئی سپورٹس کار انتہائی تیز رفتاری سے زبردلیبارٹری کی طرف بڑھی چلی

جارہی تھی۔ ڈرائیورنگ سیٹ پر آرتھر موجود تھا۔ جبکہ ساتھ والی سیٹ پر اس کا نمبر ٹو جونی۔

''باس۔ اس ملک کے لوگ تو سبزیوں کی طرح بک جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اگر کوئی دوارب بھی دے تب بھی کوئی افسر نہ بکے گا۔

یہ پسماندہ سا ملک ہے۔ جونی! اور اسی لیے ایسے ملک ترقی نہیں کرتے کیونکہ ان کے آفیسر صاحبان صرف اور صرف اپنا پیٹ بھرنا جانتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی مرے۔ کوئی جیئے ملک کو نقصان ہو یا پھر فائدہ انہیں کوئی سروکار نہیں۔ انہیں صرف اور صرف دولت سے سروکار ہے۔ اور اگر ان کے بس میں ہو تو دولت کے لالچ میں پورے ملک کو ہی بیچ دیں۔ آرتھر نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں باس۔ واقعی ایسے ملک اسی لیے ترقی نہیں کرتے۔ ورنہ اگر ایسے ممالک کے آفیسر دیانت داری سے کام کریں۔ اور اپنے اپنے فرائض میں کوئی کوتاہی نہ کریں تو کوئی شک نہیں کہ ان کا ملک بھر ترقی نہ کرے۔'' جونی نے کہا اور پھر وہ چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ کیونکہ کار کی رفتار آہستہ ہوگئی تھی۔ اور پھر وہ سامنے موجود ایک بڑی سی عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئی عمارت کے گیٹ پر دو مسلح فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور پھر آرتھر نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر ان فوجیوں کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے کارڈ دیکھا اور پھر گیٹ کھول دیا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اندر داخل ہو گئے۔ اندر بھی مختلف جگہوں پر مختلف فوجی کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں دیکھ کر ایک فوجی افسر تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ آرتھر نے مسکراتے ہوئے اسے بھی کارڈ دکھایا اور پھر اس کے اشارے پر وہ ایک راہداری میں داخل ہو گئے۔ اور پھر وہ ایک بڑے سے ہال میں پہنچ گئے۔ جہاں ہر طرف مشینیں ہی مشینیں پڑی ہوئی تھی۔ اور ہر مشین پر ایک آدمی بیٹھا اسے آپریٹ کرنے میں مصروف تھا۔

''مجھے پروفیسر محمد دین سے ملنا ہے۔ آرتھر نے کہا۔ اور آدمی نے اشارے سے اسے بتا دیا۔ وہ دونوں ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک ریوالورنگ چیئر پر ایک بوڑھے پروفیسر بیٹھے ایک سائنسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔

''ہیلو پروفیسر! آرتھر نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر پروفیسر محمد دین کو پکڑ لیا۔

''ٹی ٹو فارمولے کی فائل مجھے دے دو۔ آرتھر نے غرا کر کہا۔

''نن.....نہیں..... پروفیسر محمد دین ہکلا کر بولے۔ آرتھر نے جب ان کی گردن پر دباؤ ڈالا تو انہیں نے ہار مان لی اور پھر میز کی دراز سے ایک پیلے رنگ کی فائل نکال کر ان کی طرف بھڑا دی۔

آرتھر نے فائل کھول کر چیک کی اور پھر جیب سے سائنسر لگا دیوالور نکال لیا۔

مم۔ مجھے مت مارو۔'' پروفیسر محمد دین نے گھبرا کر کہا۔ مگر آرتھر نے ٹریگر دبا دیا۔ جس سے گولی اس کے سینے میں پیوست ہوگئی اور ساتھ ہی ان کا سر کرسی پر ڈھلک گیا۔

چلو جونی!'' آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل مون لائٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

آرتھر نے ٹائم دیکھا۔ دس بج چکے تھے۔

''باس! واپس کیا صبح کی فلائٹ سے جانا ہے۔'' جونی نے کہا۔

''ہاں۔ سب کاغذات اوکے ہیں۔'' آرتھر نے کہا اور جونی نے سر ہلا دیا۔

○

فرید نے کار ہوٹل مون لائٹ کے سامنے روکی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوٹل کے مین دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے پر دو دربان کھڑے تھے۔ انہوں نے اندر داخل ہونا چاہا۔ مگر دربانوں نے انہیں روک لیا۔'' کارڈ پلیز۔ ایک دربان نے کہا۔

کارڈ۔اوہ۔وہ تو میں گھر میں ہی بھول آیا۔انہوں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور پھر جیب سے دوسو سو کے نوٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیئے۔انہوں نے نوٹ لیے اور پھر دروازہ کھول دیا تشریف لے جایئے سر۔انہوں نے کہا۔اور وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ہال تقریباً سارا خالی تھا۔صرف چند ویٹر آ جا رہے تھے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے دائیں طرف کی راہداری کی طرف بڑھ گئے۔راہداری کے آخری کمرے کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گئے۔انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اندر داخل ہو گئے۔سامنے ایک دروازہ تھا۔جو کہ بند تھا اور اس کے دائیں بائیں دو مسلح آدمی کھڑے تھے۔

کارڈ پلیز ا'' انہوں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔اور انہوں نے یعنی سب انسپکٹر فرید نے یوں جیب میں ہاتھ ڈالا جیسے کارڈ نکال رہے ہوں۔مگر جب ان کا ہاتھ باہر آیا۔تو اس میں سائنسر لگا ریوالور موجود تھا۔اور پھر ٹھک ٹھک کی آوازیں سنائی دیں اور وہ مسلح آدمی بغیر آواز پیدا کیے گرتے چلے گئے۔انہوں نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔اندر آ کر انہوں نے دروازے کو لاک کر دیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے سامنے موجود ایک بڑے سے ہال کی طرف بڑھ گئے جہاں ملک کے بڑے بڑے آفیسر اپنی فیملیوں کے ساتھ موجود تھے۔ایک طرف آئی جی صاحب۔آرتھر اور جونی کھڑے تھے۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتے اسی طرف بڑھ گئے۔

''ہیلو فرینڈز! انہوں نے اسکراتے ہوئے کہا اور جونہی ان تینوں نے انہیں دیکھا یوں اپنی جگہ سے اچھل پڑے جیسے زمین میں ہزاروں وولٹیج کا کرنٹ آ گیا ہو۔

''تم۔یہاں۔آئی جی صاحب نے دانت پیس کر کہا۔

''کیوں! کیا یہاں اچھائی کی محفل سجی ہوئی ہے جو میں نے آ کر برا کیا ہے۔انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ ورنہ ابھی دوبارہ جیل میں پہنچ جاؤ گے۔ آئی جی صاحب نے غرا کر کہا۔

''میں لینے تو صرف ان دونوں کو آیا تھا۔ مگر یہاں کے حالات دیکھ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہاں موجود سب لوگوں کے وجود اس پاک سرزمین کے لیے شرمندگی کا باعث ہیں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ ہی انہوں نے جیب سے سائنسر لگا ریوالور نکال لیا۔

''سن آف بیچ۔ جو فائل تم لے آئے ہو۔ وہ اصلی نہیں بلکہ نقلی ہے اور پروفیسر محمد دین بھی زندہ ہے۔ وہاں ان کے میک اپ میں میں تھا۔ اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ بلٹ پروف لباس پر گولی اثر نہیں کرتی۔ انہوں نے آرتھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ ہی انہوں نے ٹریگر دبا دیا۔ ریوالور سے گولی نکل کر آرتھر کے سر میں پیوست ہو گئی اور وہ دھڑام سے گرا اور ساکت ہو گیا۔ پورے ہال کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ پھر مزید دو ٹھک ٹھک کی آوازیں سنائی دیں اور پھر آئی جی صاحب اور جونی بھی چکراتے ہوئے گرے اور ساکت ہو گئے۔ آئی جی صاحب اور جونی بھی چکراتے ہوئے گر دے اور ساکت ہو گئے۔ آئی جی صاحب کو بیٹیاں اور بیٹے ایک طرف اپنے والدہ کے ساتھ کھڑے تھے اور ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکیں اور نہ انہیں افسوس ہوا تھا وہ سب تو دولت کے پتلے تھے۔ ان سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑی جا رہی تھیں اور پھر کئی لوگوں نے باہر بھاگنا چاہا مگر دروازہ تو مقفل تھا اس لیے وہ باہر نہ جا سکتے تھے۔

دوستو، آپ سب ملک کے بڑے بڑے آفیسرز ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے یہ ملک قائم ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس ملک کی تقدیر بدل سکتے ہیں مگر آپ۔ آپ اپنی ان رنگ رلیوں میں مصروف ہیں۔ آپ اور آپ کی بہو بیٹیاں معاشرے میں انتہائی قابل احترام اور باعزت سمجھی جاتی ہیں۔ مگر یہاں..... یہاں وہ اپنی اصلیت پر آ

جاتی ہیں۔ اگر آپ لوگ ہی ایسے ہو گئے تو پھر اس ملک کا کیا بنے گا۔ میں آپ جیسے غداروں کو اس پاک سرزمین پر نہیں دیکھ سکتا اگر چہ آپ جیسے کئی اور بھی ہیں مگر انہیں میرے جیسا کوئی دوسرا سنبھالے گا۔ آپ ملک کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ آپ سے تو وہ چور بہتر ہیں جو کہ چوری کرتے ہیں۔ مگر تم کالی چوریاں کرتے ہو۔ اس ملک کو کھاتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ عوام کی نظروں میں قابل احترام سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کالے چور ہیں۔ کالے چور۔ انہوں نے جذبات بھرے لہجے میں کہا اور پھر جیب سے ایک طاقت ور ٹائم بم نکال لیا۔

''میں اس پر ایک منٹ کا وقفہ سیٹ کر رہا ہوں۔ ایک منٹ تک آپ جتنی چوریاں کر سکتے ہیں کر لیں۔ جتنے لوگوں کا خون پی سکتے ہیں۔ پی لیں۔ انہوں نے کہا اور پھر ٹائم بم پر ایک منٹ کا وقفہ سیٹ کر دیا۔ اب تو سب لوگ بوکھلا گئے اور پھر وہاں افراتفری سی پھیل گئی۔ تقریباً سبھی لوگ پاگلوں کی طرف دائیں بائیں بھاگ رہے تھے۔ مگر ظاہر ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا اور پھر ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور پورا ہوٹل تنکوں کی طرح بکھر گیا۔ سابق انسپکٹر فرید نے اپنی موت کے ساتھ ساتھ اس پاک سرزمین کو چند غداروں سے صاف کر دیا تھا۔ ہوٹل کی جگہ اب وہاں ملبہ ہی ملبہ نظر آ رہا تھا اور اس ملبے میں کسی بھی انسان کا جسم پورا نہ تھا۔ بازو کہیں تھے۔ ٹانگیں کہیں اور گردن اور دھڑ وغیر کہیں۔ ان میں سے صرف ایک انسان شہید ہوا تھا جب کہ باقی 90 کے لگ بھگ کفر کی موت مرے تھے۔

''سر۔ میں مزید اس ملک کے لیے کام نہیں کر سکتا۔ اگر انسپکٹر فرید نے ہوتا تو وہ امریکی جاسوس آرام سے مجھے گولی مار دیتے۔ اور یہ سب کچھ آپ کے آفیسروں کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر چہ انسپکٹر فرید نے خود کو موت کے حوالے کر کے کئی غداروں کو

اس زمین کو صاف کر دیا ہے مگر ابھی یہاں بہت سے ایسے غدار اور کمینے آفیسر موجود ہیں جو کہ لوگوں کا یعنی غریب عوام کو خون چوستے ہیں۔ وہ چور ہیں سر۔ کالے چور۔ پروفیسر محمد دین نے انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ صدر کے ساتھ وزیر اعظم بھی موجود تھے۔ اور ان تینوں کے سوا اس وقت کمرے میں اور کوئی نہ تھا۔ چند غداروں کو تو فرید نے مار دیا ہے جبکہ باقیوں کو ہم خود ماریں گے۔

ہماری حکومت نے اقتدار اس لیے نہیں سنبھالا کہ ہم ایسے غداروں کو سر عام پھرنے دیں۔ ہم ضرور ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کریں گے۔ کیوں پریذیڈنٹ صاحب!

وزیر اعظم نے صدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں اگرچہ اس میں نقصان سراسر ہمارا ہے۔ مگر پھر بھی ہم کانٹوں کے راستوں پر چل کر اس ملک کو ضرور ان غداروں کے وجود سے پاک کریں گے۔ آپ مطمئن ہو جائیے اگر پھر کبھی ایسا ہوا تو پھر بے شک اس ملک کے لیے کام کرنا چھوڑ سکتے ہیں۔ مگر اب کبھی بھی ایسا نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ صدر نے کہا اور پروفیسر محمد دین کے دل کو اطمینان اور سکون سا آ گیا لیکن۔

عامر سیارہ زہرہ پر

نور پور گاؤں بڑے بڑے پہاڑوں کے قریب آباد تھا۔ ان پہاڑوں پر سبزہ ہی سبزہ تھا ہرے بھرے پودے، خوبصورت پھول درخت وغیرہ اس گاؤں میں ایک شرارتی لڑکا رہتا تھا۔ اس کا نام عامر تھا۔ پورا گاؤں اس کی شرارتوں سے تنگ آچکا تھا۔ عامر کے والدین نے کئی بار اسے سمجھایا تھا مگر عامر تھا کہ ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے نکال دیتا تھا۔ ایک دن عامر کے باپ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا۔

''دیکھو عامر! تم سارا دن گاؤں میں نہ صرف آوارہ گردی کرتے رہتے ہو۔ بلکہ لوگوں کو خواہ مخواہ شرارتوں سے تنگ بھی کرتے رہتے تھے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج سے تمہیں فارغ نہیں رہنے دوں گا۔''

''تو پھر میں کیا کروں ابا جان!؟'' عامر نے پوچھا۔

''گھر میں جو بکریاں ہیں۔ انہیں پہاڑوں پر چرایا جایا کرو۔ سمجھے اس کے باپ نے کہا اور اس نے منہ بنالیا۔ مگر ظاہر ہے اسے یہ کام کرنا ہی پڑنا تھا چنانچہ وہ اگلے دن بکریوں کو لے کر پہاڑوں کی طرف نکل کھڑا ہوا وہ دوپہر تک بکریاں چراتا رہا اور پھر واپس لوٹ آیا اور پھر تو یہ اس کا معمول بن گیا۔ وہ روزانہ صبح کو بکریاں لے کر نکلتا اور دوپہر کے بعد واپس آجاتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ پہاڑوں پر بکریاں چرا رہا تھا کہ اسے آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر وہ چونک پڑا۔ کیونکہ آسمان سے پلیٹ نما ایک چیز تیزی سے نیچے آتی چلی جارہی تھی۔ اور پھر وہ پہاڑ کے عقب میں زمین پر اتر گئی۔ عامر آگے بڑھا اور پھر نیچے جھک کر اس پلیٹ کو دیکھنے لگا۔ وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور پھر جب اس میں سے دو عجیب شکلوں والے آدمی باہر نکلے تو وہ مزید حیران ہوگیا۔ وہ تیزی سے نیچے اترا اور ان آدمیوں کی طرف بڑھا۔

کون ہیں آپ؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ہم زہرہ کے باشندے ہیں۔خلاء میں سیر کے لیے نکلے تھے کہ ہمارا جہاز خراب ہو گیا۔چنانچہ ہم اس سیارے پر اتر گئے۔ویسے یہ بتاؤ کہ اس سیارے کا نام کیا ہے؟''
ایک آدمی نے پوچھا۔''زمین.....عامر نے جواب دیا۔
''زمین! اچھا نام ہے۔ہم تو اسے ٹاکیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اس آدمی نے کہا۔
''کیا زمین پر پہلی دفعہ آئے ہو؟''عامر نے پوچھا۔
''ہاں ہم نے آنا نہیں تھا مگر ہمارا جہاز خراب ہو گیا جس سے ہمیں مجبوراً یہاں اترنا پڑا۔''اس آدمی نے جواب دیا۔
''تمہارے نام کیا ہیں؟''عامر نے دلچسپی سے پوچھا۔
''نام.....ہمارے نام نہیں ہوتے بلکہ نمبر ہوتے ہیں اس کا نمبر 100 ہے اور میرا 101 تمہارا نام کیا ہے۔ایک سو ایک نے پوچھا میرا نام عامر ہے۔عامر نے جواب دیا۔
عامر! اچھا نام ہے۔یہ بتاؤ عامر کہ کیا یہاں آگ مل سکتی ہے۔نمبر 100 نے پوچھا۔
''آگ! کیوں تم نے کیا کرنی ہے؟ عامر نے حیرت سے پوچھا''ہمارے جہاز میں ایک حصہ ایسا ہے جس میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی۔اس میں چونکہ آگ بجھ گئی ہے۔اس لیے ہم دوبارہ وہاں جلانا چاہتے ہیں۔تاکہ واپس اپنے ملک جا سکیں۔
ایک آدمی نے کہا۔
''آپ ٹھہریں۔میں بھاگ کر گھر سے ماچس لے آتا ہوں عامر نے کہا اور پھر وہ دوڑتا ہوا گھر پہنچا اور اپنی امی سے ماچس مانگی۔
''ارے عامر کے بچے بکریاں کہاں چھوڑ آئے ہو۔''اس کی امی نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''امی مجھے ماچس دیجئے۔عامر نے کہا۔

''ماچس! ارے میں بکریوں کا پوچھ رہی ہوں اور تمہیں ماچس کی پڑی ہے۔ کیا کرنی ہے ماچس؟'' اس کی امی نے حیرانگی سے پوچھا اور عامر نے سب کچھ بتا دیا۔

ارے میں خود دیکھتی ہوں ان لوگوں کو کہیں امی تمہیں بکریاں کر ہی نہ لے جائیں۔ اس کی امی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ رہنے دیجئے اور مجھے ماچس دیجئے۔ عامر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس کی نظریں ایک طرف پڑی ہوئی ماچس پر پڑیں اور اس نے آگے بڑھ کر ماچس اٹھالی۔

''ارے میں کہتی ہوں ماچس واپس رکھ دو۔'' عامر کی امی نے غصے سے کہا مگر عامر نے ایک نہ سنی اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی ہوئے کہا اور اس نے ماچس عامر کے ہاتھوں سے لے لی۔

''کیا اس سے آگ جل جائے گی؟ اس نے حیرت سے کہا اور عامر نے ماچس اس سے لے کر آگ جلائی جس سے وہ آگ جلانے کا طریقہ جان گیا۔ اس نے عامر سے ماچس لی اور پھر اس پلیٹ میں گھس گیا۔ وہ اڑن طشتری تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب باہر آیا تو اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔

''آگ جل گئی ہے۔'' اس نے عامر سے کہا اور پھر ماچس عامر کی طرف بڑھا دی۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ تمہارے ملک جاؤں۔'' عامر نے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ سوچ میں پڑ گیا۔

''کیوں نمبر 100؟ اسے پانے ساتھ نہ لے جائیں۔'' اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''ٹھیک ہے اسے لے جاتے ہیں اور پھر سیر وغیرہ کرا کے واپس یہاں چھوڑ جائیں گے۔ نمبر سو نے کہا اور پھر وہ تینوں اس اڑن طشتری میں سوار ہو گئے۔ اندر سے باہر کا منظر بخوبی نظر آ رہا تھا اور پھر عامر نے اپنی والدہ کے چند آدمیوں کے ساتھ اپنی

طرف آتے دیکھا۔

بیلٹ باندھ لو۔'' ایک آدمی نے عامر سے کہا اور اس نے بیلٹ باندھ لی اور پھر چند لمحوں تک اڑن طشتری تیزی سے آسمان کی طرف اڑتی چلی گئی۔ اس کی رفتار انتہائی زیادہ تھی۔ چند منٹوں بعد وہ خلاء میں داخل ہو گئی اور پھر وہ تیزی سے ایک طرف کو بڑھتی چلی گئی۔

''اس جہاز کی رفتار کتنی ہے۔'' عامر نے حیرت سے پوچھا۔

''دس کلومیٹر فی سیکنڈ۔'' اس آدمی نے جواب دیا اور عامر اس کی بات سن کر حیران رہ گیا۔

''ہمارے جہازوں کی رفتار تو زیادہ سے زیادہ پچاس کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ لگتا ہے۔ آپ لوگوں نے سائنس میں کافی ترقی کر لی ہے۔ عامر نے ایک آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہاں۔ ہم نے سائنسی میدانوں میں بہت ترقی کی ہے۔'' اس آدمی نے جواب دیا اور پھر وہ اسی طرح کی باتیں کرنے لگے۔

ایک گھنٹے بعد وہ اڑن طشتری زہرہ کی کرہ ہوائی میں داخل ہو گئی اور پھر وہ ایک شیشے کی بنی ہوئی خوبصورت سی عمارت کے قریب اتر گئی۔

''آؤ۔ ہم زہرہ پر پہنچ گئے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا اور پھر وہ عامر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔

''ارے یہاں تو کافی گرمی ہے۔ عامر نے کہا۔

''یہ سیارہ چونکہ سورج کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے یہاں گرمی ہے۔'' اس آدمی نے کہا اور پھر وہ اسے شیشے کی اس عمارت میں لے آئے۔

کیا یہ تمہارا گھر ہے؟ عامر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا ''ہاں۔ یہ ہمارا گھر ہے۔ یہ بتاؤ کہ کہیں تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی۔'' ایک آدمی نے کہا۔

''بھوک تو لگی ہوئی ہے۔'' عامر نے کہا۔

''یہ لو گولی۔ یہ کھالو۔ بھوک ختم ہو جائے گی۔ اس آدمی نے جیب میں سے ایک گولی نکالی اور عامر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے گولی لے کر کھالی۔ جونہی جونہی گولی اس کے پیٹ میں گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا ہو۔

یہ تو حیرت انگیز بات ہے ہم لوگ تو روٹیاں اور سالن پکاتے ہیں اور تب کہیں جا کر ہماری بھوک ختم ہوتی ہے۔ ویسے یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگ یہاں اکیلے رہتے ہو؟'' عامر نے پوچھا۔

''اکیلے، کیا مطلب؟ انہوں نے حیرات ہو کر پوچھا۔

''میرا مطلب ہے کہ تمہاری بیویاں اور بچے وغیرہ نہیں ہیں۔

عامر نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ ہنس پڑے۔

''یہاں شادیاں وغیرہ نہیں ہوتی۔ سائنسدان مشینوں کے ذریعے بچے پیدا کرتے ہیں۔ ان مشینوں میں نر اور مادہ خلیے ڈال دیئے جاتے ہیں جس سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسے مخصوص قسم کی مشینوں سے گزار کر جوان کر لیا جاتا ہے۔ تم مجھے دیکھو۔ میری عمر ایک ماہ ہے۔ اس آدمی نے کہا اور عامر حیران ہو گیا۔

یہاں تو واقعی سائنسدانوں نے کافی ترقی کر لی ہے۔ عامر نے حیرت سے کہا۔

نمبر 100 تم اس مہمان کے ساتھ رہو میں واشنگ جا رہا ہوں۔ وہاں سے مجھے کچھ ضروری سائنسی سامان خریدنا ہے۔ نمبر 101 نے کہا اور پھر وہ ایک طرف موجود شیشے کے ایک سلنڈر میں گھس گیا اس نے دو تین بٹن دبائے اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔ ارے! یہ تو غائب ہو گیا ہے۔ عامر نے حیرات سے کہا۔

''یہ واشنگ چلا گیا ہے یہاں کسی دوسری جگہ جانے کے لیے یہ سلنڈر استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ کا نمبر دبا دیا جاتا ہے۔ جس سے انسان غائب ہو کر اس دوسری جگہ

موجود ایسے ہی سلنڈر میں پہنچ جاتا ہے۔

اس نے عامر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ارے نمبر 100 یہ تم کس کے ساتھ باتیں کر رہے ہو۔ اچانک کمرے میں ایک زنانہ آواز گونجی اور عامر حیرت سے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔

''ٹاکیہ کے ایک بچے سے'' اس نے کہا۔

ٹاکیہ کے بچے سے! کیا کہہ رہے ہو۔؟ عامر کو دوبارہ وہی آواز سنائی دی۔ وہ حیران تھا کہ بولنے والی نظر نہیں آ رہی۔''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تم خود آ کر دیکھ لو۔'' اس نے کہا اور پھر وہ عامر سے بولا۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری ایک دوست مجھ سے بات کر رہی تھی۔

''ہمارے ہاں تو بات فون پر کی جاتی ہے مگر یہاں!!'' عامر نے حیرت سے کہا اور اسی لمحے اسے سلنڈر میں ایک عورت جس کی شکل اس آدمی کی طرح عجیب وغریب تھی کھڑی نظر آئی اور پھر وہ اس سلنڈر سے باہر نکل آئی۔

''اوہ! اسے تم کہاں سے لے آئے!؟'' اس نے حیرت سے کہا اور اس آدمی نے اسے سب کچھ بتا دیا۔''

''کیا آپ لوگوں کو نیند نہیں آتی؟ یہاں عامر نے جمائی لیتے ہوئے پوچھا۔''

''بھئی ہم بھی انسان ہیں۔ ہم بھی سوتے ہیں۔ مگر صرف چند سیکنڈوں کے لیے۔'' اس آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔''

''چند سیکنڈ کے لیے۔ کیا مطلب؟ عامر نے حیرانگی سے پوچھا۔'' مطلب میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں۔ تمہیں نیند آ رہی ہے نا۔'' اس نے پوچھا اور عامر نے سر ہلا دیا۔ وہ ایک طرف موجود الماری کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے الماری میں سے دو سپرے بوتلیں باہر نکال لیں۔ عامر نے قریب آ کر اس نے ایک بوتل کی سپرے عامر کی ناک پر دے ماری جس سے عامر یک لخت ہو گیا پانچ سیکنڈ بعد اس نے دوسری

سپرے جب عامر کی ناک پر کی تو وہ جاگ پڑا۔

''صبح ہوگئی۔'' عامر نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ مسکرا دیئے۔

تم صرف پانچ سیکنڈ سوئے ہو۔عورت نے مسکراتے ہوئے کہا'' کیا مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دس گھنٹے کے بعد اٹھا ہوں۔ عامر نے حیرانگی سے کہا اور وہ کافی دیر ان سے باتیں کرتا رہا اور پھر وہ اسے زہرہ کی سیر کرانے لے گئے۔ وہاں عامر نے ایسی ایسی چیزیں دیکھیں جن کا وہ خواب میں بھی نہ سوچ سکتا تھا۔ اور پھر اس کے کہنے پر وہ اسے لے کر واپس زمین پر آ گئے۔

''اچھا۔اب ہم چلتے ہیں۔ان دونوں نے کہا اور پھر اڑن طشتری میں بیٹھ کر آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

عامر جب واپس گاؤں میں آیا تو وہاں ایک کہرام سا مچا ہوا تھا جونہی لوگوں نے اسے دیکھا تیزی سے اس کی طرف بڑھے'' عامر آ گیا۔ عامر آ گیا۔'' کئی آوازیں ابھریں اور پھر عامر کے والدین اس کے پاس آ گئے۔

''ارے عامر بیٹے۔تم کہاں چلے گئے تھے۔عامر کے والد نے حیرانگی سے پوچھا۔

''میں زہر پر گیا تھا۔وہاں کی میں نے خوب سیر کی اور پھر وہ آدمی واپس مجھے یہاں چھوڑ گئے۔عامر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔''

''زہرہ پر۔کیا اس پلیٹ میں بیٹھ کر گئے تھے؟ عامر کی والدہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔وہ پلیٹ ایک جہاز تھا اور اس کی رفتار 10 کلومیٹر فی سیکنڈ تھی۔ عامر نے کہا اور پھر اس نے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا جسے سن کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

بھئی تم کو خوش قسمت ہو جو زہرہ کی سیر کر آئے۔ورنہ ہم تو سمجھے تھے کہ وہاں کوئی دنیا ہی نہیں ہے۔ایک پڑھے لکھے نوجوان نے عامر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہوسکتا ہے وہ آدمی پھر کبھی بھی یہاں آئیں۔''

''مجھے بھی یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن پھر یہاں مجھے ملنے آئیں گے۔ عامر نے پر یقین لہجے میں کہا اور پھر وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ایجنٹ شیر دل

پوری دنیا میں تہلکہ سا مچ گیا تھا۔ روس نے اچانک افغانستان پر بھرپور حملہ کر کے۔ ملکم طور پر قبضہ کرلیا تھا۔ افغان مہاجر کو چن چن کر ہلاک کیا جارہا تھا۔ پوری دنیا کے اخبارات انہی سے بھرے ہوئے تھے۔ تمام مسلمان ممالک آواز بلند کررہے کہ روس فوری طور پر افغانستان خالی کردے۔ آہستہ آہستہ دن گزرتے چلے گئے۔ لیکن روس نے افغانستان کو خالی نہ کیا۔

ہزاروں افغان مہاجرین پاکستان آچکے تھے۔ اقوام متحدہ ٹال مٹول کررہی تھی۔ مسلمان ممالک نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ اگر روس نے جلد از جلد افغانستان خالی نہ کیا تو پھر وہ کبھی بھی افغانستان کو خالی نہیں کرے گا۔ چنانچہ چند بڑے بڑے مسلمان ممالک سربراہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

آخر کار سب کے متفقہ فیصلے سے یہ طے پایا کہ روس کے خلاف ایسی کارروائی کی جائے کہ مجبوراً اسے اپنی فوجوں کو افغانستان سے واپس بلانا پڑے۔ اس سلسلے میں مختلف مسملان ایجنٹوں کے نام پیش کئے گئے۔ لیکن آخر کار ایک ایجنٹ کا نام اس مشن کے لیے منتخب کرلیا گیا۔.....اس ایجنٹ کا نام سب کے متفقہ فیصلے پر سے منتخب کیا گیا تھا اور اس کا نام شیر دل تھا وی شیر دل جس کا نام سنتے ہی بڑے بڑے سفاک اور بے رحم ایجنٹ کانپ کر رہ جاتے تھے وہی شیر دل جس کا دعویٰ تھا کہ کوئی ایسا مشن نہیں جسے وہ کامیاب نہیں بنا سکتا۔

○

اس وقت وہ جہاز میں بیٹھا روس کی طرف بڑھا چلا جارہا تھا۔

''کچھ چاہیئے تو نہیں۔'' ایک ایئر ہوسٹس نے قریب آکر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کی مسکراہٹ چاہیئے تھی۔ سو مل گئی۔ شیر دل نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور ایئر ہوسٹس اس خوبصورت جواب پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ جب کہ جہاز میں بیٹھے

ہوئے دوسرے افراد چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے آدھے گھنٹے بعد جہاز روس کے بین الاقوامی ائیر پورٹ پر اتر گیا۔ کاغذات وغیرہ کی چیکنگ کے بعد شیر دل پبلک گیلری کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ایک آدمی شرخ رومال لہرا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ چونکہ وہ میک اپ میں تھا اس لیے اوکے قرار دیا گیا تھا۔ ورنہ اگر وہ بغیر میک اپ کے ہوتا تو ائیر پورٹ پر کہرام مچ جاتا۔

''ہیلو زاہد! کیسے ہو؟'' شیر دل نے اس آدمی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہوں باس۔ آیئے۔ زاہد نے کہا اور شیر دل کو ایک خوبصورت کار کے قریب لے آیا۔ وہ دونوں کار میں بیٹھے اور کار چل پڑی۔

''باس! کیا کوئی اہم مشن ہے؟ زاہد نے کار چلاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ افغانستان پر سے روس کا قبضہ ختم کرانا ہے۔''

''شیر دل نے شاٹ لہجے میں کہا اور زاہد چونک پڑا۔

''کک.....کیا مطلب باس؟ زاہد نے چونکتے ہوئے کہا

''میں نے فارسی زبان میں بات نہیں کی۔ جو کہ تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہو۔'' شیر دل کی نظریں بدستور ونڈ سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

''مہم.....میرا مطلب ہے باس! کہ یہ کیسے ممکن ہے۔'' زاہد نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہیں پتہ ہے زاہد میں ''کیسے ممکن'' جیسے الفاظ پسند نہیں کرتا۔'' شیر دل کا لہجہ اس بار تھوڑا سا تلخ تھا۔

''سوری باس! میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس سلسلے میں پلاننگ کیا ہے۔ زاہد نے کہا۔

''صرف ایکشن۔ تم دیکھتے جاؤ۔ ہوتا کیا ہے۔ شیر دل نے کہا زاہد نے کار ایک کوٹھی کے پورچ میں لے جا کر روک دی۔ وہ دونوں نیچے اترے اور ڈرائینگ روم میں آ کر

بیٹھ گئے۔ ''زاہد۔'' میں تمہیں جس جس عمارت کا پتہ بتاؤں۔ تم نے مجھے اس کے کسی اہم آفیسر کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچانی ہے سمجھ گئے نا۔'' شیر دل نے کہا اور زاہد نے سر ہلا دیا۔

○

روس کی سب سے بڑی لیبارٹری! ایکس ون لیبارٹری جس میں ان دونوں سینکڑوں روسی سائنسدان انتہائی مہلک اور جان لیوا ہتھیار تیزی سے تیار کر رہے تھے۔ ایک خفیہ جگہ پر واقع تھی اور یہ جگہ شہر سے باہر تھی۔ اس لیبارٹری کا چیف گوچر تھا۔ اس وقت وہ اپنے مخصوصی کمرے میں میں بیٹھا ہوا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ''گوچر سپکنگ۔'' اس نے کہا۔

''صاحب! ٹونی کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے۔'' خادمہ کی آواز سنائی دی۔

''اوہ! میرے بیٹے کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے۔ اسے ہسپتال پہنچایا نہیں۔ گوچر نے چیخ کر کہا۔

''وہ مر گیا ہے صاحب! اور بی بی بھی پاگلوں کی طرح دیواروں سے ٹکریں مار رہی ہے۔ دوسرے طرف سے خادمہ کی آواز سنائی دی ''اوہ! میں آ رہا ہوں۔ گوچر نے غم زدہ زدہ لہجے میں کہا اور پھر ریسور رکھ کر وہ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کار میں بیٹھا اپنے گھر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

پورچ میں کار کھڑی کر کے جونہی وہ باہر نکلا۔ اسی لمحے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگ گئی۔

خاموشی سے اندر چلو۔'' شیر دل نے دھیمے لہجے میں غرا کر کہا اور گوچر ہونٹ کاٹتا ہوا اس کے آگے چل پڑا۔ وہ کوٹھی کے اندر آ گئے۔ جہاں زاہد ملازموں اور گوچر کی بیوی کو قابو کئے کھڑا تھا۔ ایک طرف وہ ملازمہ بھی خوفزدہ چہرہ لئے کھڑی تھی۔ جس نے گوچر کو فون کیا تھا۔ اس کے ساتھ گوچر کا بیٹا بھی کھڑا تھا۔

''کیا چاہتے ہو تم ؟'' گوجر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اپنے بیٹے کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان سا آ گیا تھا۔

''میں جو پوچھنا چاہتا ہوں ۔وہ آرام سے بتا دو۔'' شیر دل نے کہا۔

''پوچھو۔'' گوجر نے چند لمحے سوچ کر کہا۔

''لیبارٹری کے محل وقوع اور کوڈ وغیرہ کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔

شیر دل نے کہا اور گوجر چونک پڑا۔

''نہیں......لیبارٹری کے متعلق میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اس نے اٹل لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے شیر دل نے ملازمہ کو گولی ماردی۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔

بتاؤ۔ ورنہ اس بار گولی تمہارے بیٹے کے سر میں گھسے گی۔

''شیر دل نے کہا اور پھر اس نے ریوالور کا رخ گوجر کے بیٹے کی طرف کر لیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ گوجر چیخ اٹھا۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔

''بتاؤ۔ اور اگر غلط بتایا تو سب کو وہیں ڈھیر کر دوں گا۔''

شیر دل نے غرا کر کہا اور گوجر فر فر بتانے لگا۔

O

ایکس ون لیبارٹری کے احاطے میں شیر دل نے کار روکی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف موجود راہداری کی طرف بڑھ گیا وہ اس وقت گوجر کے میک اپ میں تھا۔ راہداری کے آخری دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس نے دروازے کے اوپر موجود سپیکر میں ۔''ٹی ۔ٹوئنٹی ۔زیرو۔'' کہا جس سے دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا ۔یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جس میں سینکڑوں کے حساب سے سائنسدان مختلف قسم کے ہتھیار وغیرہ بنا رہے تھے۔

وہ ہال کے درمیان موجود ایک بڑی سی مشین کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے جیب سے ایک کیپسول نکال کر اس مشین کے ایک تاریک سوراخ میں ڈال دیا۔ سب

سائنسدان چونکہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اس لیے کسی نے اسے نہ دیکھا تھا۔ اور پھر وہ واپس آ گیا کار میں بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور پھر اس کی کار واپسی کے راستوں پر دوڑنے لگی۔

○

روس کے سب سے بڑے ڈیم کے ساتھ ایک خوبصورت ہوٹل بتایا گیا تھا۔ جس میں انجینئر وغیرہ دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت بھی تمام انجینئر دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ہوٹل کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ وہ سیدھے ایک ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

''بھائی صاحب! ہمیں مین پلانٹ کے آفیسر رچرڈ سے ملنا ہے۔'' ایک آدمی نے کہا جو کہ شیر دل تھا۔

رچرڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مین پلانٹ کے آفیسر کا نام تو مارٹن ہے۔'' اس آدمی نے کہا۔

مارٹن۔ اوہ ہاں یاد آیا۔ مارٹن ہی نام ہے۔ میری یادداشت بھی کافی کمزور ہو گئی ہے۔'' شیر دل نے کہا اور اس کھانا کھاتے ہوئے آدمی نے ایک طرف موجود آدمی کی طرف اشارہ کر دیا جو کہ کھانا کھانے کے بعد ٹاول سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے اس طرف بڑھ گئے۔

''بھائی صاحب آپ کا نام مارٹن ہے نا۔ شیر دل نے اس آدمی سے کہا اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''جی ہاں۔ فرمائیے۔'' اس نے کہا۔

''وہ جی۔ آپ کی بیوی.....! شیر دل نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے کہا اور مارٹن چونک پڑا۔'' کیا ہوا۔ اس نے کہا۔

''یہاں تو سب ہیں آپ اس طرف آئیں میں آپ کو سب کچھ بتاتا ہوں۔ شیر دل

نے مارٹن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور پھر اسے کھینچتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔ جونہی وہ ٹوائلٹوں کے قریب پہنچے اسی لمحے شیر دل نے اپنا ہاتھ مارٹن کے منہ پر رکھا اور پھر وہ جلدی سے ایک ٹوائلٹ میں داخل ہو گئے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا اور مارٹن باہر نکل آیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مین پلانٹ کی طرف چل پڑا۔

مین پلانٹ میں پہنچ کر اس نے ایک مخصوص جگہ پر جیب سے کیپسول نکال کر چھپایا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس آ گیا ''کیوں باس!'' زاہد نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

''وکٹری۔ یعنی کامیابی۔'' شیر دل نے کہا اور زاہد نے خوش ہو کر کار آگے بڑھا دی۔

○

شیر دل اور زاہد اس وقت سڑک کے ساتھ موجود ایک پہاڑی کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ ان کی نظریں سڑک کے آخری حصے میں جمی ہوئی تھیں۔ اور پھر انہیں تھوڑی دور ایک فوجی ٹرک اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

جب وہ قریب سے گزرا تو وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے لٹک گئے اور پھر وہ ٹرک کے پیچھے موجود بوریوں میں چھپ گئے۔ شیر دل نے زور سے آہٹ کی جس سے ٹرک رک گیا اور پھر آگے موجود روسی فوجی نیچے اتر کر پچھلے حصے کی طرف آئے اور اسی لمحے ان دونوں نے بوریوں کے پیچھے سے نکل کر ان پر چھلانگیں لگا دیں اور پھر مکے مار مار کر انہیں بے بس کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے ان فوجیوں سے کچھ ضروری سوالات کے جواب پوچھے اور پھر انہیں مار کر درختوں کے ایک جھنڈ میں چھپا دیا۔

اس کے بعد وہ ٹرک میں سوار ہو گئے اور ٹرک چل پڑا۔ اب وہ نہ صرف فوجیوں کی

وردیوں میں ملبوس تھے بلکہ انہوں نے ان فوجیوں کا میک اپ بھی بڑی مہارت سے کرلیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ٹرک ایک بڑے سے گیٹ کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ گیٹ پر موجود فوجیوں نے ان سے کوڈ وغیرہ پوچھے اور پھر گیٹ کھول دیا۔ ٹرک گیٹ کراس کر کے ایک مرتبہ پھر چل پڑا اور پھر وہ ایک سرخ رنگ کی بہت بڑی عمارت کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہ دونوں نیچے اترے اور عمارت میں داخل ہو گئے۔ اندر ایک طرف پیلے رنگ کا ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک فوجی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس طرف بڑھ گئے۔

اسلحہ لے آئے ہو۔ اس فوجی نے ان دونوں سے پوچھا۔

''یس سر۔'' انہوں نے کہا اور وہ فوجی ایک طرف پڑا ہوا رجسٹر اٹھا کر ضروری اندراج کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ اس دونوں سے مخاطب ہوا۔

ہتھیاروں کی بوریاں گودام میں منتقل کر دو۔''

وہ دونوں باہر آئے اور پھر انہوں نے ایک ایک بوری اٹھائی اور عمارت میں داخل ہو گئے۔ جب وہ گودام میں داخل ہوئے تو انہوں نے یہاں ہر طرف بوریوں کے ڈھیر ہی ڈھیر دیکھے۔ ان بوریوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ کے لگ بھگ ہو گی اور ان میں روس کے انتہائی خوفناک اور مہلک ہتھیار موجود تھے۔ انہوں نے بوریاں ایک ڈھیر کے قریب رکھیں اور پھر شیر دل نے جیب سے ایک کیپسول نکال کر بوریوں کے نیچے چھپا دیا۔

ساری بوریاں گودام میں رکھ کر وہ اسی فوجی کے پاس آ گئے۔ ''بوریاں رکھ دی ہیں سر! انہوں نے کہا۔

''ٹھیک ہے واپس روانہ ہو جاؤ۔ اس فوجی نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹرک میں بیٹھے واپس کے راہوں پر آگے ہی آگے بڑھے چلے جا

رہے تھے۔

اس پہاڑی کے آؤٹ میں لے کر انہوں نے ٹریک روکا اور پھر وہ ایک طرف موجود اپنے کار کی طرف بڑھ گئے۔

○

شکر ہے۔آج کام ختم ہو گیا۔'' زاہد نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''ہاں بھئی یہ اس ذات کا احسان ہے۔جس کے قبضے میں ہماری جان ہے۔اتنا مشکل مشن تھا اور اس ذات نے کتنی آسانی سے مکمل کروا دیا۔'' اب مزا آئے گا۔شیر دل نے خوشی سے کہا۔انہوں نے لیبارٹری، ڈیم اسلحے کے ڈپو کے علاوہ روس کے انتہائی اہم پلوں، دوسری لیبارٹریوں اور اسمبلی ہالوں میں بھی جا کر کیپسول چھپا دیئے تھے۔

باس! ویسے یہ بتائیے کہ ایک کیپسول سے کتنی تباہی پھیلتی ہے۔زاہد نے شیر دل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ کیپسول دنیا کے سب سے خطرناک اور تباہ کن بم ہیں۔ان سے اتنی زبردست تباہی پھیلتی ہے کہ خدا کی پناہ۔اور جتنی یہ تباہی پھیلاتے ہیں۔اتنی ایٹم بم بھی نہیں پھیلا سکتا۔زاہد نے کہا اور زاہد حیران رہ گیا۔

''باس۔آپ نے یہ بم کہاں سے لئے تھے۔'' زاہد نے پوچھا ''میرا ایک دوست بہت بڑا سائنسدان ہے۔اسے ایسے کاموں سے بہت دلچسپی ہے۔مگر وہ ایسے بم وغیرہ تیار کرتا تھا میرے مشن کے بارے میں جب اسے پتہ چلا تو اسی وقت اس نے میرے لیے یہ کیپسول تیار کر دیئے۔ویسے وہ دوسری مشینری وغیرہ تیار کرنے کا سائنسدان ہے۔اس نے ایک دفعہ مجھے کہا تھا کہ وہ ایک ایسا بم بھی بنا سکتا ہے جو کہ اس پوری دنیا کو صرف چند سیکنڈوں میں تباہ کر دے۔مگر وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔'' شیر دل نے کہا۔

''وہ تو پھر واقعی بہت بڑا سائنسدان ہوگا۔اور اگر کسی سپر پاور کو اس کے متعلق پتہ چل گیا تو لازماً وہ اسے غواء کر لے گی۔

زاہد نے شیر دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔تم ٹھیک کہتے ہو۔مگر اس کے اس روپ سے صرف اور صرف میں واقع ہوں۔اس کے علاوہ سبھی لوگ اسے مشینری سائنسدان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

شیر دل نے کہا اور زاہد نے سر ہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

''تمام کاغذات مکمل ہو گئے ہیں باس!اس آدمی نے کہا۔

''فلائٹ کب جائے گی۔شیر دل نے پوچھا۔

''ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔''اس آدمی نے جواب دیا اور شیر دل اطمینان بھرے لہجے میں سر دیا۔

○

ایک بڑے سے کمرے میں اس وقت افغانستان کے وزیر اعظم صدر اور شیر دل بیٹھے ہوئے تھے۔

''تم نے واقعی بہادروں والا کام کیا ہے۔وزیر اعظم نے شیر دل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے نزدیک یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے سر! آپ ان باتوں کو چھوڑیئے اور فون ملایئے۔شیر دل نے کہا اور افغانستانی صدر نے ایک طرف پڑے ہوئے مخصوص قسم کے فون کا ریسور اٹھایا۔نمبر ڈائیل کر کے وہ بولے۔''افغانستانی فی صدر بول رہا ہوں۔روسی صدر سے بات کراؤ۔

یس۔روسی صدر اسپیکنگ! کیوں فون کیا ہے۔کچ دیر بعد دوسری طرف سے روسی صدر کی تلخ آواز سنائی دی۔

''روسی صدر! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اسی وقت اپنی فوجوں کو افغانستان سے پیچھے ہٹنے کا حکم دے دو ورنہ.....''

افغانستانی صدر نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے کہا۔

ورنہ۔ ورنہ کیا؟ کیا کر لوگے تم؟ دوسری طرف سے روسی صدر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

ورنہ روس میں قیامت آجائے گی۔ نمونے کے طور پر روس کے دو بڑے اور اہم پلوں کو تباہ ہوتے دیکھو اور ہاں ریسور مت رکھنا۔'' افغانستانی صدر نے کہا اور اسی لمحے شیر دل نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک بڑے سے کنٹرولر پر دو بٹن دبا دیئے۔

''فون کر کے معلوم کرو کہ پلوں کا کیا حشر ہوا ہے۔ افغانستانی صدڑ نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد روسی صدر کی پریشانی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ اوہ اپل مکمل طور پر نہ صرف تباہ ہو گئے ہیں بلکہ دریاؤں کا پانی بھی شہروں کی طرف نکل آیا ہے۔ تم! تم کیا سمجھتے ہو کہ دو پل تباہ کر کے ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دو گے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ روسی صدر چیخا۔

ٹھیک ہے مت ہٹو۔ پیچھے۔ اب اپنی چار لیبارٹریاں تباہ ہوتے دیکھو۔ افغانی صدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور شیر دل کے کنٹرول پر موجود چار بٹن دبا دیئے اس کنٹرولر پر تیس کے لگ بھگ بٹن موجود تھے اور ہر بٹن پر نمبر لکھا ہوا تھا۔

کک۔ کیا مطلب! تم لیبارٹریاں بھی تباہ کر دو گے۔ دوسری طرف سے روسی صدر نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔ اور پھر تقریباً پانچ منٹ بعد روسی صدر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''تم! تم نے چاروں لیبارٹریاں تباہ کر دیں۔ باسٹرڈ۔ بلیڈی فول میں تمہیں زندہ زمین پر گاڑ دوں گا۔

چیخو مت اور یہ بتاؤ کہ اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دے رہے ہو یا پھر میں اکیس ون

لیبارٹری بھی تباہ کردوں۔

افغانستانی فی صدر نے کہا اور دوسری طرف روسی صدر پر یہ فقرہ بم بن کر گرا۔

کک..... کیا مطلب۔ ایکس ون لیبارٹری بھی۔ نہیں، نہیں ایسا مت کرنا ورنہ روسی سائنسی میدان میں کئی سال پیچھے چلا جائے گا دوسری طرف سے روسی صدر نے گھبرا کر کہا۔

سائنسی میدان میں نہیں، بلکہ اسلحے کے میدان میں۔ خیر میں نے جو بات کہی ہے اس کا جواب دو۔ افغانستان صدر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ شاید روسی صدر سوچ میں پڑ گئے تھے۔ افغانستانی صدر نے شیر دل کو اشارہ کیا اور اس نے کنٹرولر پر موجود سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔

''سوچو مت اور فون پر ایکس ون لیبارٹری کا حل معلوم کرو۔''

افغانستانی صدر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیا تم نے ایکس ون لیبارٹری بھی تباہ کر دی؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔'' دوسری طرف سے روسی صدر نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔

''باسٹرڈ! بلیڈی فول۔ تم نے لیبارٹری کے ساتھ ساتھ پورے سائنسی سائنسدانوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔'' دوسری طرف سے روسی صدر نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے کہا چیخو مت، جواب دو، ورنہ اس بار روس کے آٹھ بین الاقوامی ائیر پورٹ تنکوں کی مانند بکھر جائیں گے۔'' افغانستانی صدر نے اس بات غراتے ہوئے کہا۔

ٹھہرو، ٹھہرو، ٹھہرو، دوسری طرف سے روسی صدر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''جلدی جواب دو۔ ورنہ ائیر پورٹ کے بعد تمہارے ملک کے سب سے بڑے ڈیم کی باری آئے گی۔ اور اس کے بعد اسلحے کے سب سے بڑے ڈپو کی جس میں تم نے انتہائی زیادہ اسلحہ جمع کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد ان اسمبلی ہالوں کی۔ جن میں آج کل

روسی آفسروں کی میٹنگیں ہو رہی ہوں اور اس کے.....افغانستانی صدر نے کہا۔

مگر دوسری طرف روسی صدر اس کی بات کاٹ کر بولے۔

''نہیں۔ایسا مت کرنا۔روس کی مکمل طور پر تباہ مت کرنا میں ابھی تمہیں مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔''

تقریباً آدھی گھنٹے بعد روسی صدر کی آواز ریسور پر ابھری ''ہمیں.....ہمیں منظور ہے۔مگر ہم کیسے یقین کر لیں کہ بعد میں تم ہمارے ڈیم وغیرہ تباہ نہیں کرو گے۔''

''ہم مسلمان ہیں اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ مسلمان جو وعدہ کر لیتے ہیں۔اسے ہر حال میں وفا کرتے ہیں۔چاہے ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ہم تو سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم مزید کسی چیز کو تباہ نہیں کریں گے۔افغانستانی صدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے ہمیں تمہاری بات پر یقین ہے۔ہم ابھی فوجوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیتے ہیں۔''اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اگلے دن کا سورج افغانستان کی آزادی کا پیغام لے کر آیا۔سب مسلمان ملکوں میں جشن منائے گئے۔اور اس ذات کا شکریہ ادا کیا گیا۔افغانستان میں ہر کوئی خوشی سے اچھل رہا تھا جبکہ روس میں یوں خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے وہاں کوئی ذی روح بستی ہی نہ ہو اور یا پھر سانپ سونگھ گیا ہوں۔

نقلی بھوت

اکرام ،فرید ، طاہر، اور یونس چار دوست تھے۔ میٹرک کے بعد انہوں نے ایک پرائیویٹ جاسوسی ادارہ کھول لیا تھا۔ وہ صبح تو کالج جاتے اور پھر دو بجے کے قریب دفتر آجاتے تھے۔ اس وقت دو چاروں دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''یا اللہ ۔ پچھلے دنوں سے کوئی کیس نہیں ملا۔ گھر والے اوپر سے کوستے ہیں کہ کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کیا۔ جاسوسی ادارہ کھول لیا۔ اس لیے اپنی رحمتیں ہم پر نازل فرما اور کوئی اچھا سا کیس بھیج دے یونس نے جھولی پھیلاتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا۔ جیسے فقیر اللہ تعالیٰ سے رزق مانگتے ہیں۔ اور وہ تینوں بے اختیار مسکرا دیئے۔ اسی لمحے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

''آپ میں سے اکرام کون ہے؟ اس نے پوچھا اور اکرام نے یوں سر ہلا ک دیا جیسے کہہ رہا ہو۔ جی فرمائیے! میں ہی اکرام ہوں۔''

''آپ کیس حل کرنے کے کتنے پیسے لیتے ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا'' کیس۔ شکر ہے پروردگار۔ کسی کیس کا نام تو سنا۔ ویسے میں اگر اس وقت کسی شہزادی کو مانگ لیتا۔ تو لازماً اس وقت وہ..... یونس نے کہا۔ مگر فرید اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''بس ،بس ۔ تمہیں تو ہر وقت شہزادیوں کی پڑی رہتی ہے۔ اس بھائی صاحب کی بات سننے دو۔''

''دیکھئے بھائی صاحب ہم کیس کو دیکھ کر فیس کا اندازہ لگاتے ہیں۔'' اکرام نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر میں آپ کو کیس بتا دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ اندازہ لگا لیجئے گا۔ اس آدمی نے کہا۔

''بھائی صاحب! اگر آپ کسی تل وغیرہ کا کیس بتائیں۔ تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ کم از کم ڈھائی ہزار روپیہ تو ملے گا۔ یونس نے کہا۔ اور اس آدمی نے اسے یوں گھورا جیسے

کچا چبا جائے گا۔

''یار۔ یہ کیس سنا رہے ہیں کوئی کہانی نہیں ۔اس لیے چپ رہا کرو خواہ مخواہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑا دیتے ہو۔ طاہر آپ پہلے میرا بات سن لیں۔ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔اس آدمی نے کہا ''جی آپ کہہ نہیں رہے تھے بلکہ ایک عدد کیس سنانے کا کہہ رہے تھے۔''یونس نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر سنیئے ۔آج سے پانچ سال پہلے میں انگلینڈ گیا تھا۔میرا یہاں ایک بہت بڑا مکان تھا جو کہ میں نے اپنے ایک دوست کے حوالے کر دیا تھا۔پچھلے ہفتے میں جب یہاں آیا ہوں ۔تو.....اس آدمی نے کہا کہ مگر یونس اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''تو اس نے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔آپ بے فکر رہیں وہ نہ صرف آپ کو پہچانے گا۔بلکہ مکان بھی آپ کے حوالے کرے گا۔''

''بھئی تو چپ رہو۔میرے دوست نے مکان تو میرے حوالے کر دیا مگر جب رات کو میں اس کے اندر سویا تو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہاں بھوت رہتے ہوں۔اس آدمی نے کہا۔

''بھوت.....بھوت.....بھوت۔''وہ چاروں بوکھلا سے گئے۔

''ارے! آپ لوگ تو بھوت کا نام سن کر ہی ڈر گئے۔میرا کیس کیا خاک حل کریں گے۔''اس آدمی نے کہا۔

ڈ ڈ.....ڈر گئے۔یہ.....یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ہم نے کئی بھوتوں کو مارا ہے اور ایسے مارا ہے۔ایسے مارا ہے۔طاہر نے آگے سوچتے ہوئے کہا۔مگر فرید تیزی سے بولا۔بس کرو ہمیشہ مثال دینے کی کوشش کرتے ہو مگر دے نہیں پاتے۔

''ایک تو آپ لوگ باتیں بہت کرتے ہیں۔میں نے پولیس کو اپنا مکان دکھایا اور اس نے اچھی طرح سے دیکھا بھی۔مگر اس کے باوجود رات کو مجھے وہ بھوت دکھائی دیتے ہیں۔

''آپ اس مکان کو بیچ کیوں نہیں دیتے۔'' اکرام نے کہا۔

''یہی تو بات ہے میں اسی مکان کو نہیں بیچ سکتا۔ وہ مکان میرے بزرگوں کی نشانی ہے۔ اور میں اس نشانی کو کیسے بیچ سکتا ہوں۔'' اس آدمی نے برا سا منہ بنایا۔

''آپ ایسا کریں کہ جو اس جیسا ایک اور مکان بنا لیں اور اسے فروخت کر دیں اور یا پھر اس جیسا مکان بنوا کر بھوتوں کو اس میں شفٹ کر دیں اور خود مزے سے رہیں۔ یونس نے ایک تجویز بتاتے ہوئے کہا۔''

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ چپ رہے۔ ہاں تو مسٹر اکرام میں چاہتا ہوں کہ آپ ان بھوتوں کو وہاں سے بھگا دیں۔ اس کی کیا فیس لیں گے۔؟ اس آدمی نے پوچھا۔

''بھوتوں کو بھگا دیں۔'' وہ ایک مرتبہ پھر بوکھلا گئے۔

''ٹھیک ہے۔ آپ تو ہیں ہی بزدل میں چلتا ہوں۔'' اس آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''جی آپ تشریف رکھئے۔ کیس چونکہ ذرا مشکل ہے۔ اس لیے دس ہزار فیس ہوگی۔'' اکرام نے کہا۔

''دس ہزار ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ یہ لیں میرا کارڈ۔ اور رات کو میرا گھر آ جائیے گا۔ اس آدمی نے کہا اور پھر وہ کارڈ اکرام کے ہاتھ میں تھما کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

''تم نے ہاں کیوں کی!'' فرید نے گرج کر کہا۔

''یار میں نے فیس اس لیے زیادہ بتائی تھی کہ وہ بھگ جائے گا اور اس طرح ہمارے بے عزتی بھی نہ ہوگی مگر اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' اکرام نے آخری فیصلہ کرتے ہوئے کہا اور یونس اٹھ کھڑا ہوا۔'' کہاں چل دیئے۔ طاہر نے پوچھا۔

پھنسو! تو تم لوگوں نے دیا ہی ہے۔ کسی بزرگ وغیرہ کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ اور ایک بات کان کھول کر سن لو۔ صرف ایک ہی تعویذ لاؤں گا۔ صرف اپنے لیے۔''

یونس نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

○

رات کے آٹھ بجے انہوں نے دفتر بند کیا اور باہر سڑک پر آ گئے۔ ''بھئی کسی کے پاس کوئی پانچ دس روپے وغیرہ ہیں۔'' اکرام نے ان تینوں سے پوچھا۔ مگر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیئے۔

''اب کیا کریں۔ پیسے تو ہیں نہیں۔ پرنس روڈ کیسے پہنچیں۔''

اکرام نے پریشان لہجے میں کہا۔

''ارے چاچا۔ ٹھہرو ٹھہرو۔'' یونس نے گدھا گاڑی لے جاتے ہوئے ایک بوڑھے شخص کو آواز دی اور اس نے گدھا گاڑی روک دی ''چاچا! کہاں جا رہے ہوں۔ یونس نے قریب جا کر پوچھا۔

''جیکب آباد جا رہا ہوں۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ہمیں پرنس روڈ پر اتار دینا چاچا، مہربانی ہوگی۔ یونس نے کہا اور پھر وہ چاروں جلدی سے گدھا گاڑی پر سوار ہو گئے۔

''یونس۔ وہ تعویذ کہاں ہے؟'' فرید نے پوچھا۔

''کیوں۔ یہ ہے میرے گلے میں۔ بہادری کا تعویذ ہے۔ پورے تین روپے لیے تھے بابا جی نے۔'' یونس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آدھے گھنٹے بعد بابا جی نہیں انہیں پرنس روڈ کے قریب اتار دیا۔ اور انہوں نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھائے ایک طرف کو چل دیئے۔ اور پھر وہ ایک بڑے سے حویلی نما مکان کے قریب پہنچ گئے۔ یونس نے کال بیل بجائی اور پھر ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور وہی آدمی باہر آیا۔ آپ آ گئے آیئے۔ اس نے کہا اور وہ دھڑکتے دلوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑے۔ وہ انہیں ایک ڈرائینگ روم میں لے آیا۔

''کیا پیئیں گے آپ؟'' اس نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

''جی فی الحال تو خون کے گھونٹ پی رہے ہیں۔ آگے کچھ کہہ نہیں۔ یونس نے اپنا بے تکا سا جواب دیا۔

''جی تکلف نہ کریں۔ آپ ہمیں اپنا کام بتا دیں؟'' اکرام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے سلیم خان کہتے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''سلیم خان صاحب! اب آپ ہمیں اجازت دیجئے۔ اکرام نے کہا مگر یونس اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔'' ابے کیا کہہ رہے ہو۔ واپس جا کر کیا کرنا ہے۔ لگتا ہے ڈر گئے ہو۔

''بھئی پوری بات تو سن لیا کرو۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم اپنے کیس پر کام شروع کر سکیں۔'' اکرام نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ٹائم آٹھ بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں اب یہاں سے جا رہا ہوں کیونکہ ٹھیک نو بجے بھوت آ جاتے ہیں۔ اگر کوئی سیریس بات ہوئی تو مجھے اس فون نمبر پر اطلاع دے دیجئے گا۔ اس نے کہا اور پھر ایک کاغذ ان کی طرف سے بڑھا دیا۔ ان کے چہرے فق ہو گئے تھے۔ مگر ظاہر ہے کیس تو حل کرنا ہی تھا۔ سلیم خان کے جانے کے بعد ظاہر بولا۔ بھئی میرے خیال سے تو واپس چلتے ہیں۔

''ٹھیک ہے۔ مگر واپس جا کر اگلے دن بجائے جاسوسی کرنے کے لڈو پیٹھیاں والے بیچنے پڑیں گے۔'' اکرام نے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر وہ اسی قسم کی باتیں کرنے لگے۔ ٹھیک نو بجے پورے مکان میں ایک پراسرار آواز سنائی دی۔ ''ہو۔ ہا۔ ہا۔'' ان کے چہروں پر تو ہوائیں اڑنے لگیں۔ مگر جلد ہی انہوں نے خود پر کنٹرول کیا اور مکان کی اندرونی طرف بڑھے۔ ایک کمرہ انہیں کافی پراسرار دکھائی دیا۔ وہ دھڑکتے دلوں کے ساتھ اس کا جائزہ لینے لگے۔''

''ارے!۔وہ.....وہ..... یونس ہکلا سا گیا۔

''یہ وہ،وہ کیا لگا رکھی ہے۔اگر زیادہ ہی ڈر لگتا ہے تو تعویذ اتار دو۔اکرام نے کہا۔

''ٹم.....میں کہہ رہا ہوں۔وہ.....وہ دیکھو۔اس بار انہوں نے یونس کی نظروں کا تعاقب کیا اور پھر چاروں خوف کی وجہ سے اچھل پڑے۔کیونکہ روشن دان سے ایک بھوت کا سر دکھائی دے رہا تھا اور پھر وہ بھوت دوسری طرف غائب ہو گیا۔

''یہ.....یہ بھوت تھا نا۔یونس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''بھئی بھوت کا بچہ بھی ہو سکتا ہے فرید نے کہا۔

''بھوت کا بچہ!!''یونس حیران رہ گئے۔

ارے یہ کیا ہے؟''یونس نے ایک کاغذ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کہ کمرے کے آخری کونے میں پڑا تھا،اور پھر جب آگے بڑھ کر اس نے کاغذ اٹھایا تو دھک سے رہ گیا۔

''ارے یہ تو نقلی نوٹ ہے۔دس روپے کا۔''

دکھاؤ یار مجھے۔طاہر نے کہا اور پھر نوٹ کو غور سے دیکھنے لگا۔یہ تو واقعی نقلی نوٹ ہے۔

''تو کیا میں نے جھوٹ بولا تھا۔دو میرا نوٹ،جاتی دفعہ کام آئے گا۔''یونس نے کہا اور پھر جھپٹ کر نوٹ اپنی جیب میں ڈال لیا۔تو سلیم احمد کی غیر موجودگی کے دوران یہاں نقلی نوٹوں کا کاروبار ہوتا رہا ہے۔اکرام سرگوشی میں بڑبڑایا۔

وہ چاروں جب ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک بھوت کھڑا نظر آیا۔اس نے کالے کپڑے پہنچ رکھے تھے۔ان کے دماغ تو بھک سے اڑ گئے۔

''ڈرو نہیں۔یہ اصلی بھوت نہیں ہے۔''اکرام نے چیخ کر کہا۔اصلی ہو یا نقلی ہے تو بھوت نا،یونس خوفزدہ لہجے میں بولا۔''اسے پکڑو۔!یہ جانے نہ پائے۔اکرام نے

چیخ کر کہا اور ساتھ ہی اس نے پہلا کام جو کیا کہ بھوت کے چہرے سے ڈراؤنا نقاب اتار دیا اب ان کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔ آدمی کو دیکھ کر وہ تینوں بھی شیر ہو گئے۔ اور پھر اس آدمی پر ٹوٹ پڑے۔ چند منٹوں بعد ہی آدمی نڈھال ہو گیا۔

''کون ہو تو اور یہاں کیا کر رہے تھے۔'' اکرام نے چیخ کر پوچھا۔ ''مم، مجھے یہاں بھوت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تا کہ میں یہاں آنے والے لوگوں کو ڈرا سکوں۔'' اس نے کہا۔

''ارے بھائی صاحب کیا آپ کو کوئی ڈھنگ کا کام نہیں ملا۔ جو بھوت بننے پر رضا مند ہو گئے۔'' یونس نے منہ بنا کر کہا۔

''اگر بھوت نہ بنتا تو اب تک میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کی وجہ سے مر کھپ گئے ہوتے۔ اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔'' آپ یہ بتائیے کہ آپ کو بھوت کس نے بنایا ہے۔ ہم نے اگر اس سے سلطان راہی جیسا انتقال نہ لیا تو ہمارا نام بدل دینا۔ یونس نے کہا۔

''وقار احمد کے کہنے پر میں بھوت بنا تھا۔ اس نے کہا۔

''یہ وقار احمد کون ہے؟ اکرام نے پوچھا۔

یار! وقار احمد تو وقار احمد ہی ہو سکتا ہے۔ قطار احمد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یونس نے کہا۔

''اے یار چپ رہو۔ ہاں تو بھائی صاحب بتائیے کہ یہ وقار احمد کون ہے۔؟ اکرام نے دوبارہ پوچھا۔

''سلیم خان کا دوست ہے۔ اس نے جواب دیا۔

''کہیں یہ وہی تو نہیں جس کے حوالے سلیم خان اپنا مکان کر کے گئے تھے! اکرام نے چونک کر پوچھا۔

''جی یہ تو مجھے پتہ نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

وہ واپس ڈرائینگ روم میں آئے اور پھر اکرام نے نمبر ملا کر کہا۔ اکرام بول رہا

ہوں۔

''کیوں بھئی۔تو کیا کوئی خاص بات ہوگئی ہے کیا۔دوسری طرف سے سلیم خان نے چونک کر پوچھا۔

''پہلے یہ بتائیے کہ وقار احمد کون ہے؟اس نے پوچھا۔

''بھئی یہ وہی ہے جس کے حوالے میں اپنا مکان کر کے گیا تھا۔دوسری طرف سے سلیم خان نے کہا۔

''تو پھر سمجھ لیجئے کہ کیس حل ہوگیا۔اکرام نے کہا۔

''کیس حل ہوگیا!اتنی جلدی۔؟دوسری طرف سے سلیم خاں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ اس وقت کہاں سے بول رہے ہیں۔اکرام نے پوچھا۔

''اپنے ایک دوسرے دوست کے ہاں سے۔

''آپ فوراً یہاں آجائیے۔اکرام نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔''بھائی صاحب۔آپ دو باتیں بتائیے۔پہلی بات یہ کہ آپ کا نام کیا ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ آواز بھی کیا آپ ہی نکالتے تھے۔یعنی ہو۔ہا۔ہا۔یونس نے کہا۔

''جی ہاں۔''اس نے یونس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پندہ منٹ بعد سلیم خان وہاں آگئے اکرام نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔

تو آپ کے خیال میں میرا دوست میری غیر موجودگی میں دوران یہاں نقلی نوٹ چھاپتا رہا ہے!''سلیم خان نے حیرات سے کہا۔''جی ہاں۔یہی بات ہے اور پھر جب آپ آگئے تو اس نے مشینیں وغیرہ کسی دوسری جگہ شفٹ کر دیں۔اور یہاں ایک آدمی یعنی مسٹر شاکر کو بھوت بنا کر بھیج دیا۔تا کہ وہ آپ کو ڈرائیں۔اور آپ دوبارہ خوف کی وجہ سے بیرون ملک چلے جائیں اور اس طرح وہ دوبارہ اپنا کاروبار شروع کر سکے۔اکرام نے کہا۔''اوہ۔تبھی میں کہوں کہ وقار مجھے اپنے بار بار یہ مکان

فروخت کرنے کا مشورہ کیوں دیتا ہے۔ سلمیٰ خان نے کہا۔

''اور اگر آپ مکان فروخت کرنے کا سوچ بھی لیتے تو یہ مکان ہر قیمت پر وقار احمد نے خریدنا تھا۔ اکرام نے کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ یہ مکان مجھے دے دو۔ اور جو قیمت چاہتے ہو۔ لے لو۔ مگر میں نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں یہ مکان کبھی بھی فروخت نہ کروں گا۔ سلیم خان بولے۔

''اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ مشینیں وقار احمد نے کہاں چھپائی ہوں گی۔ اور اگر وہ مشینیں ہمیں مل گئیں تو وقار احمد جلد ہی قانون کے شکنجے میں ہو گا۔ طاہر نے کہا۔

''مشینیں۔ چند مشینیں تو وقار احمد کے گھر میں بھی ہیں۔ سلیم خان نے کہا اور وہ چونک پڑے۔

''ضرور وہی مشینیں ہوں گی۔ اکرام نے کہا اور پھر انہوں نے پولیس کو ساتھ لیا اور وقار احمد کے گھر کی طرف چل پڑے۔ وہاں سے نہ صرف مشینیں برآمد ہوئیں بلکہ کافی تعداد میں نقلی نوٹ بھی برآمد ہوئے۔ وقار احمد کو گرفتار کر لیا گیا۔

مکان میں واپس آ کر سلیم خان نے دس ہزار روپے نکالے اور ان چاروں کی طرف بڑھا دیئے۔

''بھائی صاحب۔ اگر آپ اس شاکر کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیں تو برا نہ ہو گا۔'' اکرام نے پیسے لے کر کہا۔

''ہاں۔ بھئی۔ یہ تم نے اچھا یاد دلایا مجھے بھی ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ سلیم خان نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھے دفتر کی طرف اڑتے چلے جا رہے تھے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حیرت انگیز دھات

وہ چاروں ابھی دفتر میں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک آدمی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

''مم۔مم مجھے بچالیں۔وہ مجھے ماریں گے۔'' اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کون آپ کو ماریں گے۔کسی کی کیا ہمت جو یہاں آ کر آپ کو مار دے۔البتہ تھیٹر وغیرہ مار دے تو کچھ کہہ نہیں سکتے۔''

یونس نے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ میرے پیچھے لگے ہوئے کہا اور پھر ایک پردے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔اسی لمحے دفتر میں دو انگریز داخل ہوئے۔

''یہاں ایک آدمی ہے۔اسے تم لوگوں نے کہاں چھپا رکھا ہے۔''

ایک انگریز نے اردو زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''آدمی! یہاں آدمی تو کوئی نہیں آیا۔البتہ ایک آدمی آیا ہے۔'' یولیس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے وہ؟ انگریز نے چونکتے ہوئے کہا۔

''آپ اس آدمی کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں۔اکرام نے پوچھا ''تمہیں اس سے کیا۔یہ ہمارا اپنا ماراں گا۔اینا ماراں گا کہ نانی یاد آ جائے گی۔'' یونس نے پنجابی میں اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''کیا بولا۔'' ہم تمہاری بات سمجھا نہیں۔انگریز نے حیرانگی سے یونس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس نے کہا گٹ آؤٹ۔'' فرید نے کہا اور اس نے یونس کی طرف دیکھا اور ساتھ ہی جیب سے ریوالور نکال لیا۔تمہاری یہ ہمت! ہم تمہیں گولی مار دے گا۔اس انگریز نے غرا کر کہا اور ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا۔مگر یونس ٹریگر دبنے سے پہلے ہی اپنی جگہ چھوڑ

چکا تھا۔ اب تو وہ بوکھلا گئے انہوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور پھر وہ انگریزوں پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر بعد ہی انگریزوں کا حشر ہو گیا۔

''بھائی صاحب! آپ پڑے کی اوٹ سے باہر نکل آئیے۔ ان انگریزوں کو ہم نے ٹھنڈا کر دیا ہے۔'' اکرام نے کہا۔ مگر آدمی باہر نہ آیا۔

ارے بھائی ابھی جائیے باہر۔'' فرید نے تنگ آ کر کہا مگر اس بار بھی وہ باہر نہ آیا۔

یہ اس طرح نہیں آئے گا۔'' یونس نے کہا اور پردے کے قریب پہنچ کر گنگنانے لگا۔

یہ پردہ ہٹا دو ذرا مکھڑا دکھا دو

ہم پیار کرنے والے ہیں کوئی غیر نہیں

ارے ہم تم سے مرنے والے ہیں کوئی غیر نہیں

''ارے کہیں وہ بھاگ نہ گیا ہو! اکرام نے کچھ سوچ کر کہا اور یونس نے جلدی سے پردہ ہٹا کر دیکھا اور پھر دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ وہاں وہ آدمی نہیں تھا۔

لگتا ہے ٹرائی کے دوران وہ موقع پا کر نکل گیا ہے۔ طاہر نے کہا۔

اکرام نے نمبر ڈائیل کئے۔ اور پھر بولا۔ انکل میں اکرام بول رہا ہوں۔ یہاں دو عدد انگریز موجود ہیں۔ آ کر لے جائیے۔ اس نے کہا اور پھر انسپکٹر فیاض کو سب کچھ بتا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے انگریزوں کو ہتھکڑیاں لگائیں اور تھانے لے گئے۔

پتہ نہیں یہ انگریز کون تھے اور کیوں اس آدمی کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ طاہر سوچتے ہوئے کہا۔

''گھنٹہ دو گھنٹے انتظار کرو۔ سب کچھ پتہ چل جائے گا۔ اکرام نے کہا اور پھر اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

اکرام بول رہا ہوں۔ اکرام نے ریسور اٹھا کر کہا۔

''یار بھول ارہا ہوں کہ بجائے اگر تم سپیکنگ کہو تو نہ صرف وقت کی بچت ہو گی بلکہ

سننے والے پر پریشر بھی پڑے گا کہ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔یونس نے اکرام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

چپ کرو۔جی جی انکل جی بہتر،ہم ابھی پہنچ رہے ہیں۔اکرام نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

''پروفیسر انکل بلا رہے ہیں۔اس نے کہا۔

''اگر پروفیسر انکل بلا رہے ہیں تو پھر جانا ہی پڑے گا۔''

یونس نے بے بسی سے کہا اور وہ مسکرا دیئے۔

انہوں نے دفتر بند کیا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پروفیسر دلاور کی طرف روانہ ہو گئے۔

کال بیل بجانے پر پروفیسر دلاور خود باہر آئے۔

''آؤ بھئی۔آ جاؤ۔انہوں نے کہا اور وہ ان کے پیچھے چل پڑے ڈرائینگ روم میں آ کر یونس نے پوچھا۔

''انکل آج آپ کے ملازم وغیرہ نظر نہیں آ رہے۔''

''بھئی آج سب چھٹی پر ہیں۔میں تم میں ایک شخص سے ملواتا ہوں۔یہ کہہ کر پروفیسر دلاور نے اس شخص کو آواز دی۔رحمو۔اندر آ جاؤ۔

جونہی رحمو اندر داخل ہوا۔وہ حیرت سے اچھل پڑے۔اور ارے یہ تو وہی ہے یونس نے حیرت سے کہا۔

''بھئی تم لوگ میری بات غور سے سنو۔یہ ہمارے دفتر میں نیا لینے آیا تھا اور پھر جب ہم نے اسے پناہ دی تو یہ بھاگ نکل۔

بھئی۔مجھے سب کچھ معلوم ہے۔میں تمہیں بتاتا ہوں۔یہ شخص برفانی پہاڑیوں کے قریب رہتا ہے۔پچھلے دنوں اس نے وہاں سے چند آدمیوں کو کھدائی کرتے دیکھا۔وہ انگریز تھے۔اور پھر انہوں نے وہاں پر دھات کے چند ٹکڑے جن کا وزن کم از کم

دو کلو تھا۔ نکال لیے۔ اس نے جب ان کی باتیں سنیں تو اس معلوم ہوا کہ یہ دھات انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اس نے وہاں سے اس دھات کے تھیلے اڑایا اور ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا وہ انگریز بھی اس کے پیچھے لگ گئے۔ یہ آخر کار برفانی انسانوں کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے دھات والا تھیلا چھپایا اور پھر واپسی کی طرف دوڑ لگا دی اور پھر بھاگتا بھاگتا یہاں (شہر) آ گیا۔ پھر یہ تمہارے دفتر گیا۔ جہاں اس نے ان دو انگریزوں کو تمہارے ہاتھوں دفتر گیا۔ جہاں اس نے ان دو انگریزوں کو تمہارے ہاتھوں سے پٹوایا اور پھر یہاں میرے پاس آ گیا۔ یہ چونکہ مجھے جانتا تھا۔ اس لیے اس نے سوچا کہ مجھے اس دھات کے بارے میں بتائیے گا۔ اور اسے پختہ یقین تھا کہ وہ دھات ضرور ہمارے ملک کے آئے گی۔''

پروفیسر دلاور یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

پھر اب کیا کیا جائے۔ یونس نے کہا۔

اب تم لوگ ان برفانی انسانوں کے علاقے میں جاؤ گے اور تھیلا واپس لے کر آؤ گے۔ پروفیسر دلاور نے کہا۔ جی آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جس نے تھیلا چھپایا ہے جا کر نکالے۔'' یونس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ میری بات سنو۔ اس نے وہ تھیلا برفانی علاقے میں اس جگہ چھپایا تھا جہاں قریب ہی برفانی انسان رہتے ہیں۔ جب چھپا رہا تھا تو اسے برفانی انسانوں نے دیکھ لیا تھا۔ پھر یہ تو بھاگ آیا تھا کیونکہ وہ انگریز ان کے پیچھے لگے تھے لیکن ان برفانی انسانوں نے ضرور وہ تھیلا نکال لیا ہو گا۔

''

جی ہو سکتا ہے ان برفانی انسانوں نے تھیلا نہ نکالا ہو۔ اکرام نے کہا۔

''بھئی۔ ان کے کہنے پر کے مطابق برفانی انسان بھی سمجھ دار ہوتے ہیں اور یہ چونکہ برفانی علاقے میں رہتا ہے۔ اس لیے کافی حد تک ان برفانی انسانوں کی فطرت سمجھتا ہے۔ اور اسے یقین ہے کہ ضرور ان برفانی انسانوں نے وہ تھیلا نکال لیا ہو گا۔

اوراب میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ وہاں جاؤ اور ان سے وہ تھیلا واپس لاؤ۔ کیونکہ برفانی انسان بچوں کو کچھ نہیں کہتے البتہ بڑوں کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور پھر اگر بڑے ان کے ہاتھ آ جائیں تو وہ انہیں مار دیتے ہیں۔ پروفیسر دلاور یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''آپ ہمیں موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔'' یونس نے کہا۔

''دیکھو بچو! اگر تم لوگوں نے وہ دھات والا تھیلا حاصل نہ کیا تو بہت برا ہو گا۔ کیون کہ ضرور وہ برفانی انسان اس تھیلے کو کہیں پھینک دیں گے۔'' پروفیسر دلاور نے کہا۔

''ملک کی خاطر ہمیں یہ مشن قبول ہے۔ کیونکہ ساتھیو!''

اکرام نے ان تینوں کی طرف دیکھ کر کہا اور انہوں نے سر ہلا دیئے۔

''پروفیسر انکل آپ اپنی کار ہمیں دے دیجئے۔'' اکرام نے کہا۔

''لے جاؤ بھئی کار۔'' پروفیسر دلاور نے کہا۔

''بھائی صاحب! آپ ہمیں ذرا سمجھا دیجئے۔'' اکرام نے اس آدمی سے پوچھا اور اس نے انہیں راستہ تفصیل سے سمجھا دیا۔

انہوں نے پروفیسر دلاور سے اجازت لی اور پھر کار میں بیٹھ کر برفانی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے کار اکرام چلا رہا تھا۔

اس کے ساتھ یونس بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ پچھلی سیٹ پر وہ دونوں یعنی طاہر اور فرینہ بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔

آدمی گھنٹے کے بعد انہوں نے کار روک دی وہ نیچے اترے اور پھر پیدا ہی آگے بڑھنے لگے یہاں سردی بہت تھی اور نیچے زمین پر برف ہی برف تھی۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد انہیں برف کے پہاڑ نظر آنے لگے۔

ہوشیار رہنا۔ تم برفانی انسانوں کے گھروں کے نزدیک آ گئے ہیں۔ اکرام نے انہیں ہوشیار کرتے ہوئے کہا۔

جب وہ ایک برفانی پہاڑی کے قریب پہنچے تو اس میں سے ایک برفانی انسان باہر نکل آیا۔

''کون ہو تم ؟اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہم آپ کے بال بچے ہیں۔''یونس نے کہا۔

''ارے یار سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ جو منہ میں آتی ہے کہہ دیتے ہو۔اکرام نے یونس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ برفانی انسان سے مخاطب ہوا۔

''جی آپ ہمیں اپنا دوست سمجھیں۔

دوست اچھی بات ہے۔ویسے اس لڑکے نے بات اچھی نہیں کی تھی۔برفانی انسان نے یونس کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بنایا اور یونس بے اختیار تھوک نگل گیا۔

آپ اس کی باتوں کا برا نہ مانیئے گا۔اس پر اکثر پاگل کے دورے پڑتے ہیں اور پھر یہ پاگل ہو جاتا ہے پھر اجی بھی نظر آتا ہے۔اسے پھینسٹی لگانی شروع کر دیتا ہے۔'' طاہر نے برفانی انسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ گھبرا سا گیا۔

''ارے۔آپ تو گھبرا گئے ہیں فرید حیران رہ گیا۔وہ انسان برفانی انسان کے سامنے یوں نظر آ رہے تھے۔جیسے ہاتھی کے مقابلے میں مرغا۔

''وہ.....دراصل ہم لوگ پاگلوں سے بھی خوف کھاتے ہیں۔مگر یہ پاگل ہے تو اسے لے جایئے۔ورنہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ اپنی اصلیت پر آئے۔یعنی جب اس پر پاگل پن کے دورے دورے پڑیں تو ہم خوف سے بے ہوش ہو جائیں۔اس برفانی انسان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یار یونس!ہمارا مشن تو انتہائی آسان ہو گیا ہے۔''

اکرام نے یونس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور یونس چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیسے آسان ہو گیا ہے مشن!''اس نے حیرت سے کہا۔

''سبی کو دیکھو نا۔ اگر تم پاگل بن کر ان سے مطالبہ کرو کہ وہ تھیلا سارے حوالے کر دے تو لازماً یہ ویسا ہی کریں گے۔ جیسا کہ تم کہو گے۔ اکرام نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تم تو چاہتے ہو کہ میں پاگل بنوں۔ ہرگز نہیں۔ میں مرتے مر جاؤں گا۔ مگر پاگل نہیں بنوں گا۔ اگر تم کہتے کہ لڑائی کے ان سے تھیلا حاصل کرو۔ تو شاید میں ان ک حلوقس میں گلیاں ڈال ڈال کر.....'' یونس نے فلمی ایکٹروں کی طرف ڈائیلاگ بولتے ہوئے کہا۔ مگر اکرام اس کی بات کاٹ کر بولا ے۔

''یس۔ بس! مجھے پتہ ہے کہ کل تم نے پنجاب فلم دیکھی ہے میری بات پر غور کرو یونس! اگر تم نے میری بات پر عمل نہ کیا تو یہ ملک تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔

''کئی بار سمجھایا ہے کہ ملک کو درمیان میں تم ڈالا کرو۔

''ٹھیک ہے اگر تم نے ملک کو درمیان میں ڈال ہی دیا ہے تو مجھے اب لازماً پاگل بننا پڑے گا۔ یونس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور ان تینوں کے چہروں پر اطمینان سا آ گیا۔

''تم لوگ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟'' برفانی انسان نے چونکتے ہوئے کہا۔

''جی وہ کچھ نہیں۔ دراصل اس کے پاگل ہونے کا وقت آ گیا ہے۔'' اکرام نے کہا اور برفانی انسان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

کک..... کیا تم کسی طرح اسے روک نہیں سکتے؟ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ایک صورت میں اس پر پاگل پن کے دورے پڑ سکتے!'' اکرام نے کہا۔

''کون سی صورت!۔ جلدی بتاؤ۔ برفانی انسان نے کہا'' بتا دو بھئی صورت! اکرام نے یونس کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ تقریباً چند گھنٹے پہلے یہاں ایک آدمی نے تھیلا دیا یا تھا جو کہ تم لوگوں نے نکال لیا تھا، شرافت سے وہ تھیلا مجھے دے دو۔ ورنہ میں

پاگل ہو جاؤں گا۔ اپنی تھوڑی سی شرٹ پھاڑ ڈالی۔

''اوہ.....وہ تھیلا تو سردار کے پاس ہے۔ تم یہیں ٹھہرو میں وہ تھیلا لے کر آتا ہوں۔

''برفانی انسان نے کہا اور پھر اس نے ایک طرف کو دوڑ لگا دی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس کے ساتھ سردار بھی تھا۔

''کہاں ہے وہ پاگل؟''سردار نے اس برفانی انسان سے پوچھا اور اس نے یونس کی طرف اشارہ کر دیا۔

''یہ تو مجھے اچھا بھلا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے یونس کو گھورتے ہوئے کہا اور یونس کے چہرے پر ہوائیں اڑنے لگیں۔

''پاگل پن کا مظاہرہ کرو۔ ورنہ یہ سردار تمہیں کچا چبا جائے گا۔''اکرام نے یونس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

ہو..... ہا۔ ہا۔ یونس نے پاگلوں کی طرح کہا اور پھر وہ بے اختیار اپنے کپڑے پھاڑنے لگا۔

''اوہ۔ یہ تو واقعی پاگل ہے۔ بھاگو''برفانی بردار نے کہا اور پھر اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

''یار۔ سردی بڑی لگ رہی ہے۔ یونس نے کپکپاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کس نے کہا تھا کہ کپڑے پھاڑو۔ طاہر نے برا سا منہ بنایا۔ یار تم لوگ بھی عجیب ہو۔ خود ہی کہتے ہو کہ پاگل بنو اور خود ہی بعد میں مذاق اڑاتے ہو۔ یونس نے بھی برا سا منہ بنایا۔

''یار میں نے کب تمہارا مذاق اڑایا ہے۔ طاہر نے کہا۔

''ارے یار! کچھ نہ کچھ تو اڑایا ہی ہے نا۔ ایک تو تم لوگ منکر بہت جلد ہو جاتے ہو۔ یونس نے طاہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے وہ کار کے قریب پہنچ گئے اور پھر وہ کار میں بیٹھ کر واپس روانہ ہو گئے۔

ویسے یار یونس! تم نے اداکاری خوف کی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ تم کو فلموں میں چانس دلوایا جائے۔ اکرام چلاتے ہوئے کہا۔

''فلموں میں چانس! کیا واقعی یونس نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

تو کیا تمہارے خیال سے میں جھوٹ بول رہا ہے؟ اکرام نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں نے کب کہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ویسے اگر تم مجھے ایک چانس دلوا دو تو خدا کی قسم سلطان راہی کو مات نہ کر دیا تو میرا نام یونس نہیں۔ یونس نے کہا۔

''چانس تو واقعی تمہیں ایک ہی ملے گا اور اس میں تمہارا رول پاگل لڑکے کا ہو گا۔'' اکرام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور یونس نے بڑا سا منہ بنالیا۔

اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے وہ پروفیسر دلاور کی کوٹھی پہنچ گئے۔ جب پروفیسر دلاور نے دھات دیکھی تو حیران رہ گئے۔

بھئی یہ دھات تو واقعی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ تم لوگ شاید نہیں جانتے۔ پچھلے سال اس دھات کی صرف معمولی کی مقدار دریافت ہوئی تھی۔ اور میں نے جب اس پر تحقیق کی تو مجھے پتہ چلا کہ اس دھات کی پچاس فیصد مقدار سے اس سال کے برابر بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور اب تو ماشاءاللہ اس کی کافی مقدار ہمیں مل گئی ہے۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ جس جگہ سے ان انگریزوں نے کھدائی کی تھی۔ وہاں گہرائی میں مزید ایسی دھات ہو گی اور میں خود جا کر اس جگہ کا معائنہ کروں گا۔ پروفیسر دلاور نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ حیران رہ گئے۔

''ایک سال جتنی بجلی!! یونس نے حیرانگی سے کہا۔

''ہاں۔ بھئی۔ میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔ اور میں خود اب اس دھات سے بجلی پیدا کروں گا۔ اور یہ بجلی عام بجلی سے کہیں زیادہ تیز ہو گی۔'' پروفیسر دلاور نے کہا۔

''پھر لازماً لوڈشیڈنگ بھی نہیں ہوا کرے گی۔'' یونس نے اچانک چونک کر کہا۔

''ہاں۔ جب اس دھات کی بجلی استعمال ہوگی تو ملک میں کہیں بھی لوڈ شیڈنگ نہیں ہوگی۔ ویسے یہ بتاؤ کہ کہیں اچانک لوڈ شیڈنگ کہاں سے یاد آ گئی۔'' پروفیسر دلاور نے یونس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ.....وہ.....'' یونس نے کچھ کہنا چاہا مگر طاہر اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''لوڈ شیڈنگ کے دوران چونکہ شہزادیوں والا ڈرامہ گزر جاتا ہے۔ اس لیے اسے لوڈ شیڈنگ ہر وقت یاد رہتی ہے اور یہ ہر وقت اسے کوستا رہتا ہے۔'' طاہر کی بات پر سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ جب کہ یونس جھینپ سا گیا تھا۔

ختم شدہ